سلسلۂ تاریخ دکن

اردو ترجمہ

تحفۃ المجاہدین

از

شیخ زین الدّین المعبری لمعبر

مترجمہ

حکیم سیّد شمس اللہ قادری صاحب حیدرآبادی

سلسلۂ تاریخِ دکن

اُردو ترجمہ

تحفۃ المجاہدین

فی

بعض اخبار البرتکالیین

جس کو

شیخ زین الدّین معبری

نے سنہ ۹۹۲ ہجری میں بعہد شہنشاہ جلال الدّین محمد اکبر بادشاہ تالیف کیا

اور جس میں

ملیبار میں اسلام کے اشاعت پانے، مسلمانوں کے توطن اختیار کرنے کے واقعات، کفار ملیبار کے عجیب و غریب رسم و رواج کا تذکرہ، ملیبار و کوکن و گجرات کے سواحل پر پرتگیزوں کے عروج و اقتدار کی مفصل تاریخ مذکور ہے

حکیم سیّد شمس اللہ قادری ماہرِ آثارِ قدیمہ

نے ترجمہ کیا، مزید توضیح و تصحیح کے لیے تاریخی تعلیقات اور مفید و کارآمد ضمیمہ جات اضافہ کئے

حسب ہدایت نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی حاجی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ میں ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء طبع ہوا

۷۸۶
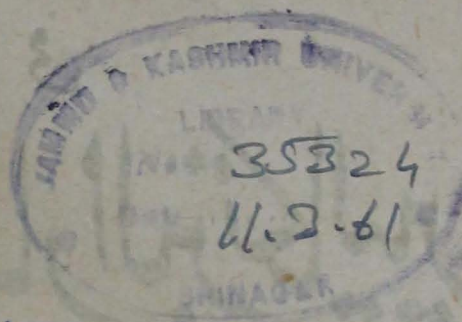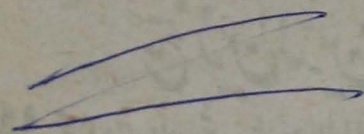
جناب مستطاب فضیلت مآب

نوّاب صدر یار جنگ بہادر

مولانا الحاج محمّد حبیب الرّحمٰن خاں شروانی

سابق صدر الصدور ممالک محروسۂ سرکار نظام

و آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

کے نام نامی و اسم گرامی سے سلسلۂ تاریخ دکن کو موسوم و منسوب

کرنے کی عزّت حاصل کی جاتی ہے

الہ آباد:
۲۴ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء

حکیم سیّد شمس اللہ قادری
اڈیٹر "تاریخ"

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۂ مصنّف

شیخ زین الدین بن عبدالعزیز بن زین الدین ابویحییٰ بن علی بن احمد المعبری

ملیبار کے جنوبی علاقہ میں کالیکوٹ کے نیچے ساحلِ سمندر پر ایک شہر فنان آباد ہے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر ایام میں جب کہ تختِ دہلی پر سلطان بہلول لودی (سنہ ۸۵۵ھ – سنہ ۸۹۴ھ) حکمراں تھا اور دکن میں بہمنی بادشاہ محمد شاہ سوم (سنہ ۸۶۷ھ – سنہ ۸۸۷ھ) کی حکومت تھی۔ سادات مشایخ کے ایک خاندان نے اس شہر میں آکر سکونت اختیار کی جس کے باعث یہ شہر مسلمانانِ ملیبار کا علمی اور مذہبی مرکز بن گیا۔ یہ خاندان 'مخادیم فنانیہ' کے لقب سے اب تک مشہور ہے۔ مسلمانانِ ملیبار اپنی زبان میں اس خاندان کے افراد کو 'مخدوم جارا تنگل تنگل' کہتے ہیں اور ان کی غایت درجہ عزت و توقیر کرتے اور ان کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔ اس خاندان کے رئیس بزرگ شیخ زین الدین ابویحییٰ (سنہ ۸۷۳ھ – سنہ ۹۲۸ھ) نے فنان میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اُس کے پاس خانقاہ اور مدرسہ بنوایا۔ یہ عمارتیں اور ان کے قریب اس خاندان کا مقبرہ جس پر تانبے کا قبّہ بنا ہوا ہے، اب تک موجود ہیں۔ پرتگیزی اقتدار سے پہلے مسلمانانِ ملیبار کے زمانۂ عروج و اقبال میں عرب اور مصر و شام کے جو مشائخ علماء و صوفیہ ملیبار میں آتے تو اسی خانقاہ میں مہمان ہوا کرتے تھے۔ بعض مقامی

روایات سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الھیثمی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) بھی سیر و سفر کرتے ہوئے جب ملیبار میں رونق افروز ہوئے تو اسی خانقاہ میں مقیم ہوئے۔ اور زمانۂ قیام میں روزانہ بعد نماز ظہر مدرسہ میں تشریف فرما ہو کر تفسیر و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔

یہ مدرسہ ملیبار کے اُمہات المدارس میں شمار ہوتا تھا اور اس میں جمیع علوم و فنون کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔ ملیبار، کنارہ اور جزائر مشرقی کے تمام طلبار تحصیل کے لیے اسی مدرسہ میں آیا کرتے تھے اور انھیں سامان نوشت و خواند کے علاوہ خورد و نوش اور ضروریاتِ زندگی کی دوسری چیزیں مثلاً لباس وغیرہ بھی مدرسہ کی جانب سے ملا کرتے تھے۔ جو طلبار علوم متداولہ کو حاصل کرنے کے بعد تفسیر، حدیث اور فقہ کی تکمیل کرتے تھے تو انھیں موسلیار کے لقب سے موسوم کر کے علومِ دینیہ کا درس دینے کی اجازت دی جاتی تھی۔

مخادیم فنانیہ کے جدِّ اعلیٰ علی بن احمد المعبری تھے۔ ابتدائً ملیبار میں آ کر شہر کوشن (کوچین) میں مقیم ہوئے۔ شیخ علی بن احمد کی وفات کے بعد یہ خاندان قاضی زین الدین ابراہیم بن احمد کے ہمراہ کوشن سے نقل مقام کر کے فنان (پونانی) میں چلا آیا اور اس جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس خاندان کے رئیس بزرگ شیخ زین الدین ابو یحییٰ ۱۳ شعبان ۸۷۳ھ کوشن میں پیدا ہوئے۔ فنان میں آنے کے بعد سنِ تمیز کو پہونچے۔ صرف، نحو اور فقہ کی ابتدائی کتابیں اپنے مکان پر پڑھیں۔ اس کے بعد شیخ شہاب الدین احمد بن عثمان الیمنی سے تفسیر و حدیث کو حاصل کیا۔ اس زمانہ میں کالیکوٹ مسلمانان ملیبار کا مرکز تھا اور یہاں بڑے بڑے ارباب فضل و کمال عرب اور مصر و شام سے آ کر جمع ہو گئے تھے۔ شیخ زین الدین تحصیل علم کے لیے وطن سے نکل کر کالیکوٹ میں آئے۔ قاضی فخر الدین ابو بکر بن قاضی رمضان الشالیاتی سے جو دیارِ ملیبار کے امام اور قاضی القضاۃ تھے فقہ اور اصول فقہ کی تکمیل کی۔ پھر قاضی عبد الرحمن الآدمی المصری کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ یہ بزرگ اس زمانہ کے ائمہ حدیث سے تھے اور انھوں نے شیخ شمس الدین الجوجری، شیخ زکریا انصاری اور شیخ کمال الدین محمد بن ابی شریف جیسے

مشاہیر ائمہ سے علم حدیث کو تحصیل کیا تھا۔
شیخ زین الدین کو علوم ظاہری کے ساتھ فنونِ باطنی میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ پہلے پہل شیخ جلیل خواجہ قطب الدین بن عزالدین چشتی کے مرید ہوئے جو قطب الاقطاب شیخ فریدالدین اجودھنی کی اولاد سے تھے۔ اور اُن سے قادریہ اور چشتیہ دونوں طریق میں خلافت حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ طریقت ثابت بن عین بن محمود الزاہدی سے بیعت فرمائی اور اُن سے تبلیغ وتلقین کی اجازت بھی حاصل کی۔
شیخ زین الدین نے ۱۷ شعبان ۹۲۸ھ کو جمعہ کے روز انتقال فرمایا۔ اور اپنی بنائی ہوئی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔
آپ نے بہت سی کتب مفیدہ اور منظوماتِ نافعہ تصنیف فرمائی ہیں۔
(۱) **مرشد الطلاب** ۔ تصوف میں کبیر الحجم کتاب ہے۔
(۲) **سراج القلوب فی علاج الذنوب** ۔ تصوف میں ہے اور ۱۳۱۰ھ میں بمقام قاہرہ ابوطالب مکی کی قوت القلوب کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔
(۳) **شمس الہدیٰ** ۔ اس میں مسائل وعظ و تذکیر جمع کیے ہیں۔
(۴) **تحفۃ الاحباء** ۔ اس میں اذکار و ادعیہ کو حذف اسانید کے بعد جمع کیا ہے۔
(۵) **ارشاد القاصدین** ۔ امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ کی 'منہاج العابدین' کا خلاصہ ہے۔
(۶) **شعب الایمان** ۔ علامہ نورالدین الایجی کی اسی نام کی فارسی کتاب کو عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ عبدالمعطی محمد بن عمر النووی الجاوی نے 'قامع الطغیان' کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مصر میں طبع ہوئی ہے۔
(۷) **کفایۃ الفرائض** ۔ امام ابو بکر محمد بن عبداللہ الصیرفی المتوفی ۳۳۰ھ کی 'الکافی فی الفرائض' کا خلاصہ ہے۔
(۸) **کتاب الصفاء من الشفاء** ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ الحصبی المتوفی ۵۴۴ھ کی کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ کا خلاصہ ہے

(۹) تسہیل الکافیہ - علامہ جمال الدین ابن الحاجب المتوفی ۶۴۶ھ کے کافیہ فی النحو کی شرح ہے۔

ایک متوسط کتاب قصص الانبیاء پر لکھی ہے جس میں حضرت آدم صفی اللہ سے حضرت داؤد علیہم السلام تک مشہور انبیاء کا تذکرہ ہے۔

ایک کتاب مواعظ و مجالس کے طور پر سیرۃ النبی میں مدوّن فرما رہے تھے نصف سے زیادہ حصّہ لکھا گیا تھا کہ انتقال ہوگیا اور کتاب ناتمام رہ گئی۔

ان کے علاوہ آپ نے حسب ذیل کتابوں پر حواشی لکھے ہیں:

(۱) الفیہ - تصنیف علامہ جمال الدین محمد بن عبداللہ الطائی المعروف بابن مالک النحوی المتوفی ۶۷۲ھ۔

(۲) ارشاد - تصنیف محمد بن ابراہیم الاصفہانی المعروف بابن المقری المتوفی ۳۸۱ھ

(۳) تحفہ - تصنیف زین الدین عمر بن مظفر المعروف بابن الوردی المتوفی ۷۴۹ھ

آپ کی تصنیفات سے حسب ذیل تین منظومات زیادہ مشہور ہیں:

۱ - ہدایۃ الاذکیاء الی طریق الاولیاء - منظومہ لامیہ - تصوّف میں ہے ۱۲۹۲ھ میں بمقام قاہرہ مسالک الاتقیاء کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے۔ مصنّف کے فرزند نے اس کی دو شروح لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ گزشتہ صدی میں ایک شرح مکّہ معظمہ میں دوسری جاوہ میں تصنیف ہوئی ہے پہلی کا نام کفایۃ الاتقیاء فی منہاج الاصفیاء ہے۔ اس کے مصنّف شیخ عارف باللہ سید ابو بکر البکری عثمان بن محمد شطاء الدمیاطی نزیل مکّہ معظمہ ہیں اور ۱۳۰۲ھ میں مصر میں چھپی ہے۔ دوسری شرح کو جس کا نام "سالم الفضلاء" ہے) عبدالمعطی محمد بن عمر النووی الجاوی نے تصنیف کیا ہے۔ یہ بھی ۱۳۰۱ھ اور ۱۳۰۴ھ میں دو بار مصر میں طبع ہوئی ہے۔

۲ - ارجوزہ - تصوّف میں ہے اور فتح المعین کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے۔

۳ - تحریض اہل الایمان علی جہاد عبدۃ الصلبان - اس میں ابتدائے ملیبار میں پرتگیزوں کے آنے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم برپا کرنے کا بیان ہے۔

اس کے بعد اُن کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی ہے۔

شیخ زین الدین ابویحییٰ کے فرزند شیخ عبدالعزیز ہیں۔ انھوں نے اپنے والد کے منظومہ لامیہ یعنی ہدایۃ الاذکیا پر دو شرحیں لکھی ہیں۔ پہلے شرح مختصر لکھی اور اسے "ارشاد الالباء" کے نام سے موسوم کیا۔ اس کے بعد شرح مبسوطہ تصنیف کی۔ یکم محرم ۹۹۳ھ کو فنان میں اُسے تمام کیا اور "مسالک الاتقیاء" اس کا نام رکھا۔ ارشاد الالبا کا مخطوطہ حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ میں فن تصوف کے نمبر (۱۵۰۹) پر محفوظ ہے مسالک الاتقیا ۱۲۹۲ھ میں بولاق مصر میں چھپی ہے۔

شیخ عبدالعزیز کے فرزند شیخ زین الدین ثانی شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی کے شاگرد تھے۔ ۹۹۲ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیفات سے پانچ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

(۱) **ارشاد العباد الی سبیل الرشاد** - پند و مواعظہ کا مجموعہ ہے۔ مصنف نے قرآن کریم اور احادیث معتبرہ کے علاوہ اپنے جد امجد کی کتاب "مرشد الطلاب" اور اپنے اُستاد علامہ ابن حجر الہیثمی کی کتاب "الزواجر عن اقتراب الکبائر" سے بھی اس کی تالیف میں استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۲ھ اور ۱۳۱۳ھ میں دوبار مصر میں چھپی ہے۔

(۲) **المختصر فی ذکر الموت و ما بعدہ** - اس میں احادیث و آثار کے مطابق اُن کوائف کا تذکرہ کیا ہے جو موت کے بعد انسان پر گزرتے ہیں۔ یہ رسالہ شیخ الزاہد عبداللہ شعیب بن سعد القفصی المصری المتوفی ۸۰۱ھ کی کتاب "الروض الفائق فی المواعظ والرقائق" کے حاشیہ پر ۱۲۸۰ھ اور ۱۲۸۹ھ میں دوبار مصر میں طبع ہوا ہے۔

(۳) **قرۃ العین فی مہمات الدین** - اس میں فقہ شافعیہ کے مسائل مہمہ مذکور ہیں۔ عبدالمعطی محمد بن عمر النووی الجاوی نے اس کی شرح "نہایۃ الزین فی ارشاد المبتدئین" کے نام سے لکھی ہے جو ۱۲۹۷ھ اور ۱۲۹۹ھ میں دوبار مصر میں چھپی ہے۔

(۴) فتح المعین علیٰ قرۃ العین ۔ خود مصنف کی لکھی ہوئی قرۃ العین کی شرح ہے۔ ۹۸۳ھ میں تمام ہوئی ہے ۔ اس پر اکثر علما نے مبسوط حواشی لکھے ہیں من جملہ ان کے دو بہت مشہور اور جزائر مشرقی میں مروج و متداول ہیں (۱) ترشیح المستفیدین حاشیہ علیٰ فتح المعین ۔ اسے ۱۲۶۵ھ میں سید علوی احمد بن عبد الرحمٰن السقاف نے لکھا اور ۱۳۱۱ھ میں مصر میں طبع ہوا ہے (۲) اعانت الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین ۔ اسے شیخ عارف باللہ سید ابو بکر البکری عثمان بن محمد شطاء الدمیاطی نزیل مکہ معظمہ نے ۱۳ ؍ شوال ۱۳۰۰ھ کو بمقام مکہ معظمہ تصنیف کیا ہے ۔ چار جلدوں میں ۱۳۰۷ھ اور ۱۳۱۶ھ میں دو بار مصر میں چھپا ہے۔

(۵) تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتگالیین ۔ اس میں شیخ زین الدین نے اپنے ملیبار کے تاریخی حالات بیان کیے ہیں ۔ یہ کتاب چار ابواب پر منقسم ہے۔

باب اول ۔ اس میں جہاد کے احکام ہیں ۔

باب دوم ۔ اس میں مسلمانوں کے ملیبار میں آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا تذکرہ ہے ۔

باب سوم ۔ اس میں ہندو اقوام کے عادات و مراسم مذکور ہیں۔

باب چہارم ۔ اس میں پرتگیزوں کے ملیبار میں آنے اور یہاں کے بعض مقامات پر قابض ہو کر اپنے اقتدار کو قائم کرنے کی تاریخ بیان کی ہے ۔

آخر الذکر باب جس میں پرتگیزوں کا تذکرہ ہے، کتاب کے دو ثلث اجزا پر پھیلا ہوا ہے ۔ اس کے واقعات کی ابتدا ۹۰۴ھ سے ہوئی ہے اور ۹۹۲ھ کے اختتام تک اٹھاسی ۸۸ سال کے واقعات خوب شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیے ہیں ۔

مصنف نے چوں کہ پرتگیزوں کے عروج کا زمانہ آنکھوں سے دیکھا ہے اس لیے ان کے متعلق عینی مشاہدات اور ثقہ مسموعات کو قلم بند کیا ہے اور اس موضوع پر ہندوستان کی تصنیفات میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے ۔

یہ کتاب شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ ۔ ۱۰۱۴ھ) کے اواسط عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔

مصنف نے اس کا دیباچہ سلطان علی عادل شاہ اوّل بادشاہ بیجاپور کے نام پر لکھا ہے۔ جس نے ۹۶۵ھ سے ۹۸۸ھ تک حکومت کی ہے۔ لیکن اس کا اختتام سلطان کی وفات کے تقریباً چار سال بعد ۹۹۲ھ میں ہوا ہے۔

تحفۃ المجاہدین نے مشرق سے زیادہ مغرب میں شہرت حاصل کی ہے۔ اور اس کے ترجمے انگریزی اور پرتگیزی زبانوں میں ہو گئے ہیں۔ میجر رولینڈسن[1] نے (جو مدراس کے قلعہ سینٹ جارج میں فارسی کا مترجم تھا) انگریزی میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ جو اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ[2] کی طرف سے ۱۸۳۳ء میں بمقام لندن طبع ہوا ہے۔ پروفیسر ڈیوڈ لوپز[3] نے پرتگیزی میں ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۹۸ء میں لزبن میں چھپا ہے اور اس کا نام ہے "تاریخ پرتگیزان ملیبار[4]"۔

مشہور مؤرخ حکیم محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ کے گیارہویں مقالہ میں تحفۃ المجاہدین کا نا تمام خلاصہ درج کیا ہے جس کو انڈرسن[5] نے چند حواشی کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کرکے تذکرۂ ملیبار[6] کے عنوان سے ۱۸۸۶ء میں کلکتہ کے رسالہ ایشیاٹک میسلینی[7] میں چھپوایا ہے۔ علاوہ ازیں انگریزی اور اردو میں تاریخ فرشتہ کے جو ترجمے شائع ہوئے ہیں اُن میں بھی یہ حصہ موجود ہے۔ تاریخ فرشتہ فارسی متن۔ طبع بمبئی جلد دوم ص ۷۰۰ تا ص ۷۱۰۔ طبع کان پور ۱۸۶۴ء جلد دوم ص ۳۶۸ تا ص ۳۷۳ اردو ترجمہ طبع منشی نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۵ء جلد دوم ص ۴۸۸ تا ص ۴۹۷ اردو ترجمہ

---

(1) J. Rowlandson

(2) Oriental Translation Fund

(3) D. Lopes

(4) Historia des Portagueses no Malabar

(5) Anderson

(6) Account of Malabar

(7) Asiatic Miscellany

شائع کردہ سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ جلد چہارم ص ۸۳۴ تا ص ۸۴۸ - برگس[1] کا انگریزی ترجمہ - طبع لندن سنہ ۱۸۲۹ء جلد چہارم ص ۵۳۱

مصادر: (۱) شیخ عبدالعزیز المعجزی کی مسالک الاتقیاء کا دیباچہ -

(۲) جرجی زیدان کی تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد ثالث ص ۵۴

(۳) الیان سرکیس کی معجم المطبوعات

(۴) فہرست کتب خانہ خدیو - جلد سوم ص ۳۵۸

(۵) بروکلمن کی تاریخ ادبیات عرب جلد دوم ص ۲۲۱ و ص ۴۱۶ و ص ۴۱۷

(۶) مارے کی فہرست مخطوطات تاریخی کتب خانہ رایل ایشیاٹک سوسائٹی ص ۱۳

(۷) ریو کی فہرست مخطوطات عربی کتب خانہ برٹش میوزیم جلد دوم ص ۲۳۴

(۸) آٹولاتھ کی فہرست مخطوطات عربی کتب خانہ انڈیا آفس ص ۲۰۴

---

(1) J. Briggs

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اُس خدا کے لیے ہے جس نے فضیلت دی مذہب اسلام کو دنیا کے
تمام مذاہب پر اور عزت دی اُس کے پیرووں کو آنے والے زمانہ میں۔ صلوٰۃ وسلام ہے
اُس رسول پر جس نے راستہ بتا دیا دینِ متین کا۔ اور اُن کے آل و اصحاب اور ذرّیت پر۔
اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے احسان کیا اپنے بندوں پر اور عطا فرمایا اُن کو عقل و تمیز اور
مہیّا فرمایا اُن کے لیے اُن چیزوں کو جن کی اُنھیں احتیاج تھی اور اپنے فضل و کرم سے
راستے کامیابی کے اُن پر کھولے اور بھیجے اُن کی طرف پیغمبر خوش خبری دینے اور ڈرانے والے
اور ہم کو شرف عطا فرمایا حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں پیدا ہونے کا۔
اور فضیلت دی ہم کو اس کی وجہ سے دُنیا کی تمام اقوام پر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
"کنتم خیر اُمّۃٍ اُخرجت للنّاس"۔ اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا
ارشاد ہے کہ "میں سردار ہوں اولادِ آدم کا اور یہ میرے لیے فخر کی بات نہیں ہے"
جب یہ بات صحیح ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سردار ہیں اولاد آدم کے تو اُن کی اُمّت
بھی فضیلت رکھتی ہے دوسری اُمّتوں پر۔ روایت کرتے ہیں امام احمد مقداد رضی اللہ عنہٗ
سے کہ اُنھوں نے سُنا ہے حضرت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے کہ
"پشت زمین پر کوئی چیز باقی نہیں رہے گی مگر کلمۂ اسلام۔ اس وقت اللہ تعالیٰ
عزت دے گا عزت والوں کو اور ذلّت دے گا ذلیل آدمیوں کو۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ

عزت دے گا اُن کو دین کا اہل بھی بنائے گا۔ اور جو لوگ ذلت میں مبتلا ہیں اُن کو مستعد کرے گا کہ عزت والوں کا دین اختیار کریں "۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمام دنیا میں اللہ کا ایک دین ہو جائے گا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بہت تھوڑے زمانہ میں دنیا کے سرسبز و شاداب علاقوں میں دین اسلام کو پھیلا دیا۔ بعض ممالک میں تلوار کے ذریعہ سے۔ بعض ممالک میں دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوئی۔ باشندگان ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اہل ملیبار کو یہ عزت بخشی کہ انھوں نے اپنی رضا و رغبت سے بغیر کسی جبر و تشدد کے دین اسلام کو قبول کیا۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ملیبار میں داخل ہوئی اور اُس کے مختلف بنادر کو اپنا وطن بنا لیا۔ اس کے بعد وہاں لوگ روز بروز دین اسلام میں شامل ہونے لگے۔ اور ان میں اسلام کو برق و باد کی طرح ترقی ہو گئی۔ یہاں تک کہ مسلمان دیگر اقوام سے زیادہ ہو گئے۔ اور ان سے ملیبار کی بستیاں معمور ہو گئیں۔ باوجودے کہ انھوں نے کفار پر ظلم و زیادتی نہیں کی اور نہ اُن کے آبائی رسم و رواج سے تعرض کیا۔

ملیبار کے مسلمانوں نے جب عطیات ربانی سے کفران نعمت کیا اور ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اہل پرتگال کو مسلط کر دیا اور انھوں نے مسلمانوں پر اس قدر ظلم و زیادتی کی کہ اُس کا احصا ناممکن ہے۔ اسی طرح پچاس برس گزر گئے اور مسلمانوں کی حالت روز بروز تباہ ہوتی گئی اور وہ ہر قسم کی ذلت میں مبتلا ہو گئے اور اس قدر مجبور ہو گئے کہ اُن پر جو ظلم و زیادتی ہوتی تھی اُن کا دفع کرنا بھی اُن کے لیے دشوار ہو گیا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے جو امرا و سلاطین تھے اگرچہ اُن کے یہاں فوج اور دولت کی کمی نہیں تھی۔ لیکن اُنھوں نے بھی اس جانب توجہ نہیں کی کہ مسلمانانِ ملیبار کو ذلت و رسوائی سے بچائیں۔ اس کی وجہ ان کی کمزوری نہیں تھی۔ بلکہ اُن کی بے پروائی اس کا سبب تھا۔ اور ان کے دلوں سے چوں کہ دین اسلام کی عزت و عظمت محو ہو گئی تھی اس لیے وہ اپنے دینی بھائیوں کی ذلت و رسوائی کا

احساس نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہے کہ مسلمانوں کو اُن مصائب سے آگاہ کردوں جن میں اہل ملیبار مبتلا ہیں اور بہت جوش دلاؤں تاکہ ظالموں کا استیصال کر کے اپنے بھائیوں کو ظلم و فساد سے نجات دلائیں۔ اہل صلیب کو اس ملک سے دفع کرنا اس لیے ضروری ہے کہ انھوں نے اسلامی شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور یہاں کے مسلمان باشندے اُن کے اسیر ہو گئے ہیں۔ شب و روز قتل و غارت کا بازار گرم رہتا ہے۔ بہت سے مسلمانوں کو نصرانی بنا لیا ہے۔ اُن سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے میں حد سے زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ ان مظالم کا انسداد مسلمانوں پر ضروری ہے۔ اس کتاب کا نام میں نے "تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتکالیین" رکھا ہے۔ اس میں میں نے سب سے پہلے ملیبار میں دین اسلام کے شائع ہونے کی سرگزشت بیان کی ہے۔ اس کے بعد پرتگالیوں کے ظلم و ستم کا تذکرہ ہے اور اس کی ابتدا میں چند احکام جہاد کے بیان کیے ہیں۔ پھر وہ چند عجیب و غریب رسم و رواج لکھے ہیں جو یہاں کے کفار سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسے بطور تحفہ بادشاہ اسلام سلطان اعظم ابوالمظفر علی عادل شاہ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اور اس کے مضامین چار اقسام پر مرتب و مدون ہیں۔

قسم اوّل۔ جہاد کے بعض احکام کی تشریح۔

" دوم ۔ کفار ملیبار میں اشاعت اسلام کی سرگزشت

" سوم ۔ کفار ملیبار کے بعض عجیب و غریب رسم و رواج کا تذکرہ

" چہارم ۔ ملیبار میں اہل افرنج کے آنے اور اُن کے بعض افعال قبیحہ کا بیان۔

قسم چہارم چودہ فصول پر منقسم ہے:

فصل اوّل ۔ اہل پرتگال کا ملیبار میں داخل ہونا۔ مسلمانوں اور سامریوں کے ساتھ مخالفت کرنا۔ باشندگان کوشی و کننور کے ساتھ صلح کرنا ان دونوں مقامات پر اور کولم میں قلعوں کا تعمیر کرنا۔ اور بندر گوا پر قابض و متصرف ہونا۔

ملیبار میں دینِ اسلام کا اشاعت پانا

یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت مدت سے کدن کلور[1] میں آباد تھی۔ یہ شہر ملیبار کا دار الحکومت تھا اور اسی جگہ راجہ رہا کرتا تھا۔ یہ لوگ ایک عظیم الشان کشتی میں بیٹھ کر اپنے عیال و اطفال کے ساتھ ملیبار میں آئے اور یہاں کے راجہ سے سکونت کے لیے زمینوں مکانوں، باغوں کو طلب کیا اور اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔

اس کے مدت دراز بعد فقراء اسلام کی ایک جماعت اسی شہر میں وارد ہوئی۔ یہ لوگ سیلان کو جا رہے تھے۔ تاکہ حضرت آدم علیہ السّلام کے قدم کی زیارت کریں۔ بادشاہ کو جب ان کی آمد کا حال معلوم ہوا تو اُن کو اپنے یہاں بُلایا اور اُن سے جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ

---

[1] ایک قدیم روایت ہے کہ ایران کے بادشاہ کیخسرو نے جب یہودیوں کو ایران سے خارج کر دیا تو یہ خلیج فارس کے راستہ سے ملیبار میں آ کر کوچین میں آباد ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر فورسٹر[1] نے ایک پرتگالی تصنیف یہودیانِ کوچین[2] کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ۳۶۹ء کے قریب یہودیوں کا ایک گروہ جس میں سات آٹھ ہزار آدمی شامل تھے اندلس کے جزیرہ میورقہ[3] سے روانہ ہو کر ساحل ملیبار پر وارد ہوا۔ اور یہاں کے شہر کوچین میں سکونت اختیار کی۔

عام خیال یہ ہے کہ ملیبار میں نصرانی مذہب مقدس تھوما[4] کی تبلیغ سے اشاعت پایا ہے۔ اس کے علاوہ ملک شام کے نصرانی جو نسطوری کلیسا کے پیرو تھے الجزیرہ اور کالدیا سے آ کر ملیبار میں آباد ہو گئے تھے

---

(1) Forster (2) Judeas de Cochin

(3) Majorca (4) St. Thoms

والسلام کا حال دریافت کیا۔ اس جماعت میں ایک معمّر آدمی تھا اُس نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے حالات، دینِ اسلام کی حقیقت، معجزہ شقّ القمر کی کیفیت بیان کی۔ جب ان باتوں کو راجہ نے سماعت کیا تو پیغمبرِ اسلام کی صداقت کو قبول کرلیا اُس کے دل میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں ہوگئی اور اس نے صدقِ دل سے اسلام کو قبول کرلیا۔

راجہ نے فقراء سے کہا کہ جب تم قدم مبارک کی زیارت سے واپس آنا تو میں بھی تمھارے ہمراہ چلوں گا تاکہ نبی اکرم کی زیارت کروں اور تاکید کی کہ یہ واقعہ ملیبار میں کسی سے بیان نہ کرنا۔ فقراء جب سیلان سے واپس آئے تو راجہ نے بوڑھے سے ایک کشتی کے مہیا کرنے کی فرمایش کی تاکہ راجہ اور اس کے ہمراہی بلا تکلیف سفر کرسکیں۔ بندر پر بہت سے اجنبی تاجروں کی کشتیاں موجود تھیں یہ ایک کشتی والے سے معاملہ ہوگیا۔ راجہ نے جب سفر کی تیاری کرلی تو اپنے اہلِ خاندان اور وزراء سلطنت کو بُلاکر کہا کہ میں عبادتِ الٰہی میں مصروف ہونا چاہتا ہوں اس لیے ایک ہفتہ تک کسی آدمی سے نہیں ملوں گا۔ اس کے بعد ملک کا انتظام مختلف آدمیوں کے تفویض کیا اور ہر ایک کے نام حکم لکھ دیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے

ا۔ مصنّف علّام نے اسلام قبول کرنے والے راجہ کا نام نہیں بتایا ہے۔ لیکن انڈیا آفس کے کتب خانہ میں عربی زبان کے دو منظوم مخطوطے محفوظ ہیں جو تحفۃ المجاہدین سے پہلے تصنیف ہوئے ہیں۔ ان میں راجہ کے اسلام قبول کرنے اور ملیبار میں آکر مسلمانوں کے آباد ہونے کی سرگزشت مذکور ہے۔ من جملہ ان کے ایک رسالہ میں راجہ کا نام 'شکروتی فرماض' اور دوسرے میں 'شکروتی فرمال' لکھا ہوا ہے۔ 'شکروتی' سنسکرت زبان کے لفظ چکروتی[1] کی عربی صورت ہے۔ اس کے معنی ہیں راجہ یا مہاراجہ اور اس کو ٹامل بولنے والے ایک عام لقب کی حیثیت سے حکمراں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مستشرقین نے ٹامل اور ملیالم اسناد سے اخذ کرکے مسلمان ہونے والے راجہ کا نام 'چیرومن پیرومال[2]' بیان کیا ہے۔ چیرومن کے معنی ہیں چیرا خاندان کا راجہ 'فرماض' اور 'فرمال' پیرومال کے بگڑے ہوئے عربی تلفظ ہیں۔

(1) Chakravarti

(2) Cheraman Perumal

کے مقبوضات سے کوئی تعرض نہ کرے۔ اہل ملیبار میں یہ واقعہ اسی طرح مشہور ہے۔
راجہ کی عملداری شمال میں کنجر کوٹ سے شروع ہو کر جنوب میں کھری تک پھیلی ہوئی تھی۔
اس کے بعد راجہ فقراء کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گیا۔ کشتی پہلے پہل فندرینہ میں
پہونچی۔ مسافروں نے اس جگہ ایک رات دن بسر کیا۔ پھر یہاں سے درمفتن پہونچے
جہاں تین روز گزارے۔ یہاں سے روانہ ہو کر شحر میں اوترے۔ وہاں عرصہ دراز تک
سکونت پذیر رہے۔ ایک جماعت اپنے رفیقوں کی مہیا کی۔ ان سبھوں نے یہ ارادہ
کیا کہ ملیبار جائیں اور وہاں دین اسلام کو رواج دیں۔ عبادت کے لیے مساجد
تعمیر کریں۔ اسی اثنا میں راجہ بیمار ہو گیا اور اُسے زندہ رہنے کی کوئی صورت نظر
نہیں آئی تو اپنے رفیقوں کو وصیت کی کہ سفر ہند کے ارادے پر ثابت قدم رہیں۔
حسب ذیل آدمی راجہ کے رفیق تھے۔ شرف بن مالک' ان کا بھائی مالک بن دینار
اور ان کا بھتیجا مالک بن حبیب بن مالک وغیرہ۔ انھوں نے راجہ سے کہا کہ ہم نہ تو تمھارے
ملک کو جانتے ہیں اور نہ اُس کے حدود سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ہم نے یہ ارادہ
محض تمھارے ساتھ ہونے کے باعث کیا تھا۔ راجہ نے ان کی گفتگو پر دیر تک غور کیا
اور اُنھیں ملیباری زبان میں ایک خط لکھ دیا جس میں اُس نے اپنے عزیز و اقارب
اور حکام و عمال کے پتے بتائے اور ہدایت کی کہ کدن کلور' درمفتن' فندرینہ یا کولم
میں اُتریں۔ یہ بھی کہا کہ ملیبار میں کسی سے میرے بیمار ہونے اور مرنے کا حال بیان
نہ کرنا۔ یہاں تک کہ راجہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دو سال بعد شرف بن مالک'
مالک بن دینار' مالک بن حبیب۔ اُن کی بیوی قمریہ اور تمام آل و اولاد ملیبار کی طرف
روانہ ہوئے۔ جب کدنکلور میں پہونچے تو راجہ کا خط وہاں کے حاکم کو حوالہ کیا۔ اس نے
خط پڑھا اور تحریر کے مطابق عمل کیا ان لوگوں کو زمینیں اور باغات عنایت کیے۔
مالک بن دینار اور اُن کے بھتیجے مالک بن حبیب نے کدنکلور کی سکونت اختیار کی
اور وہاں ایک مسجد بنائی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مالک بن حبیب اپنی بیوی بچے
اور مال و دولت ساتھ لے کر کولم کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں ایک مسجد تعمیر کی

اپنے بیوی بچوں کو اس جگہ چھوڑ دیا۔ یہاں سے ہیلی ماراوی میں پہونچا۔ وہاں بھی ایک مسجد تعمیر کی۔ یہاں سے نکل کر باکنور، منجلور اور کنجر کوٹ تک سفر کیا۔ ان مقامات پر بھی مساجد بنائیں اس کے بعد ہیلی ماراوی میں واپس آیا۔ اس جگہ تین مہینے قیام کیا پھر شالیات، جرفتن اور درفتن کو چلا گیا۔ وہاں بھی مسجدیں تعمیر کیں کچھ روز ان شہروں میں سفر کرتا رہا۔ پھر کدن گلور میں واپس آیا۔ اپنے چچا مالک بن دینار کو ساتھ لے کر ان مسجدوں کا معائنہ کیا۔ ہر مسجد میں نماز پڑھی[1]۔ پھر کدن گلور میں دونوں واپس چلے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ دین اسلام نے ایسے ملک میں رواج پایا

---

[1] مالک بن حبیب اور مالک بن دینار نے جن مقامات پر مساجد تعمیر کی تھیں اُن کے محل وقوع اور موجودہ نام ذیل میں درج ہیں:

(۱) کدن گلور - موجودہ زمانہ میں اس کو کرنگانور کہتے ہیں۔ کوچین کے قریب ملیبار کے جنوبی علاقہ میں ساحلِ بحر پر واقع ہے۔ نہایت قدیم مقام ہے۔ بطلیموس نے فودس کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ رومی اور عربی تجار پہلے زمانہ میں اسی شہر میں آیا کرتے تھے۔

(۲) کولم - اس کا ذکر رشیدالدین ابوالفدا اور ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ سرحد ملیبار کا آخر مقام ہے سلیمان تاجر اور ابو زید سیرافی کے زمانہ اس کو کولم ملی کہا کرتے تھے۔

(۳) ہیلی ماراوی - ابوالفدا نے اس کو راس ہیلی لکھا ہے۔ رشیدالدین نے منجرور اور فندرینہ کے بیچ میں اس کا ذکر کیا ہے

(۴) جرفتن - ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ہیلی سے اس کی مسافت تین فرسخ تھی۔ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ صندا پور کے قریب آباد تھا۔

(۵) دہ فتن - ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ یہ مقام ٹیلی چری کے قریب آباد تھا۔

(۶) فندرینہ - اس کا ذکر ابوالفدا اور رشیدالدین نے کیا ہے۔ ابوالفدا کے زمانہ میں یہاں یہودی فائل آباد تھے۔ کالی کوٹ کے جنوب میں بیپور کے قریب ساحل بحر پر آباد ہے اور موجودہ زمانہ میں اس کو چالیام کہتے ہیں۔

(۷) باکنور - یاقوت حموی اور عبدالرزاق سمرقندی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ساحل بحر کی بستی ہے۔ موجودہ زمانہ اس کو بدکور کہتے ہیں۔

(۸) منجرور - منجلور - اس کا ذکر یاقوت حموی ابوالفدا اور دوسرے جغرافیہ نویسوں نے بھی کیا ہے ملیبار کا مشہور شہر ہے۔ شمالی حصہ میں ساحل بحر پر آباد ہے موجودہ زمانہ میں اس کو منگلور کہتے ہیں۔

جو کفر و ضلالت سے معمور تھا۔ پھر مالک بن دینار اور مالک بن حبیب کدنکلور سے نکلے۔ دوستوں اور غلاموں کو ساتھ لے کر کولم کی جانب روانہ ہوئے۔ اور اس شہر میں آکر سکونت اختیار کی۔ ایک مدّت گزرنے کے بعد مالک بن دینار، مالک بن حبیب اور اُن کے بعض رفیقوں نے شحر کی طرف کوچ کیا۔ وہاں پہونچ کر متوفّی راجہ کے مزار کی زیارت کی۔ اس کے بعد مالک بن دینار خراسان کی جانب روانہ ہوئے اور اُسی علاقہ میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ مالک بن حبیب ملیبار میں واپس آئے۔ کولم میں اپنے بعض لڑکوں کو چھوڑ دیا۔ بیوی کو ساتھ لے کر کدنکلور میں سکونت اختیار کی اور اسی جگہ ان کا اور ان کی بیوی کا انتقال ہوا۔ یہ ہے سرگزشت ملیبار میں دین اسلام کے رواج پانے کی۔

اس واقعہ کی تاریخ کا معیّن کرنا ہمارے لیے دشوار ہے۔ گمان غالب ہے کہ یہ واقعہ ہجرت نبوی کے دو سو سال بعد واقع ہوا ہے۔ لیکن مسلمانانِ ملیبار کے یہاں مشہور ہے کہ جس راجہ نے اسلام قبول کیا وہ حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا معاصر تھا۔ اور جب ایک رات کو چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھا تو مکّہ کا سفر اختیار کیا۔ تا کہ نبی اکرمؐ کی ملاقات سے بہرہ ور ہو۔ جب راجہ اور اُس کے رفیق ملیبار سے نکلے اور شحر میں پہونچے تو اس جگہ راجہ کا انتقال ہوگیا۔ اِس زمانہ میں مشہور ہے کہ یہ راجہ شحر میں نہیں بلکہ ظفار میں مدفون ہے اور اس جگہ اس کی قبر خاص و عام کی زیارت بنی ہوئی ہے اور یہاں کے باشندے اس کو سامری کی قبر بیان کرتے ہیں[1]۔ راجہ کے غائب ہونے کا واقعہ ملیبار کے مسلمان اور کفار دونوں کے یہاں مشہور اور متواتر ہے۔ لیکن کفار خیال کرتے ہیں کہ راجہ نے آسمان پر صعود کیا ہے اور اُمید رکھتے ہیں کہ وقت معین پر نزول کرے گا۔ اس کے نزول

---

[1] ظفار۔ یہ مقام علاقہ شحر میں بحر ہند کے ساحل پر آباد ہے (معجم البلدان جلد ساد[6]س) مابلوں کے بعض ملیالم تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کی قبر ظفار میں ہے۔ اُس قبر پر جو کتبہ نصب ہے اُس میں اس راجہ کا نام عبدالرحمٰن سامری ہے وہ ملیبار سے روانہ ہوکر سنہ ۲۱۲ھ میں ساحل عرب پر پہونچا اور اس کے چار سال بعد سنہ ۲۱۶ھ میں انتقال کیا۔ اس اعتبار سے اس کے رفقا اس کی وفات کے دو سال بعد سنہ ۲۱۹ھ میں ملیبار کے حدود میں وارد ہوئے۔

کے لیے کفار نے ایک جگہ مقرر کر رکھی ہے اور وہاں ایک بہت بڑا حوض بنا دیا ہے ایک معیّن رات کو اس جگہ راجہ کے ظہور کا انتظار کیا کرتے ہیں۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ راجہ نے روانگی سے پہلے اپنے سرداروں پر ملک کو تقسیم کر دیا تھا۔ لیکن اس کا ایک سردار جس کا نام سامری ہے بروقت تقسیم موجود نہیں تھا۔ بعد میں جب حاضر ہوا تو راجہ نے اپنی تلوار اُسے حوالہ کر دی اور کہا کہ اس کے زور سے جس قدر ملک پر ممکن ہو قبضہ کر لے۔ کچھ مدت کے بعد اس سردار نے کالی کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں نے اس مقام کو اپنا مسکن بنایا۔ مختلف مقامات کے تاجر اور کاریگر بھی یہاں آکر آباد ہو گئے۔ تجارت کو خوب فروغ ہوا۔ یہاں تک کہ یہ مقام ایک عظیم الشان شہر بن گیا اور اس کی وجہ سے ملیبار میں سامری کی قوت بہت بڑھ گئی۔

ملیبار کے جملہ باشندے کافر تھے اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف تھے۔ قوی آدمی اپنی قوت سے ضعیف آدمی کی جائداد چھین لیا کرتا تھا۔ یہاں جو لوگ حکمراں تھے ان میں سے بعض کی حکومت ایک ایک فرسخ سے زیادہ نہیں تھی۔ بعض کے یہاں ایک سو یا اس سے بھی کم سپاہی ملازم تھے۔ بعض بڑے حکمرانوں کے یہاں دو سو، تین سو، چار سو، پانسو حتیٰ کہ ایک ہزار تک سپاہیوں کی تعداد پہونچ گئی تھی۔ بعض مقامات دو دو تین تین حکمرانوں کی حکومت میں مشترک تھے۔ اور ان میں ضعیف و قوی کے اعتبار سے لڑائی جھگڑے بھی رہا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باعث ان کی عملداری اور حدود میں کسی قسم کا تغیر نہیں واقع ہوتا تھا۔ یہ طوائف الملوکی کولم اور کمہری کے مابین واقع تھی۔ اس کے مشرق میں بہت سی دوسری حکومتیں تھیں مثلاً کولتری، ہیلی ماراوی، جرفتن، کنور، ارکاٹ، درفتن وغیرہ۔ لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ مشہور اور صاحب شوکت و ثروت سامری کی حکومت تھی اور اس کو تمام ملک پر غلبہ حاصل تھا اور سبب اس کا اسلام کی برکت اور مسلمان سپاہیوں کی قوت تھا جن پر سامری کی حد سے زیادہ نظر عنایت تھی۔ کفار گمان کرتے ہیں کہ یہ سب نتیجہ ہے بادشاہ سابق کی عنایت کا جس نے سامری کو اپنی قدرت و قوت عطا کی۔ یہ لوگ عطائے سیف کے واقعہ سے انکار کرتے ہیں حالاں کہ وہ تلوار اس

بھی سامری کے یہاں موجود ہے اور وہ اس کی بہت ہی عزت و حرمت کرتا ہے سامری جب کبھی جنگ کے لیے روانہ ہوتا یا مجمع عظیم میں آتا ہے تو یہ تلوار شاہی جلوس کے آگے رہا کرتی ہے۔

جب کبھی سامری کو چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے لڑائی کا اتفاق ہوتا تو مغلوب غالب کو مال دولت یا ملک کا کچھ حصہ دے کر صلح کر لیا کرتے تھے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے ملک پر جبر و زیادتی سے قبضہ نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ دستور ان میں زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ کیوں کہ اہل ملیبار سختی کے ساتھ قدیم رسم و رواج کے پابند ہیں اور ان سے شاذ و نادر اس کا خلاف ہوا کرتا ہے۔ سامری کے سوا دوسرے حکمرانوں میں جو لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو اس کا نتیجہ جانوں کی ہلاکت اور شہروں کی تباہی و بربادی ہوا کرتا تھا۔
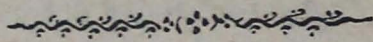
قسمِ سوم

کفار ملیبار کے عجیب و غریب رسم و رواج کا تذکرہ

کفار ملیبار بعض ایسے عجیب و غریب رسم و رواج کے پابند ہیں جو دوسرے ممالک میں نہیں پائے جاتے۔ جب کسی لڑائی میں ان کا راجہ مارا جاتا ہے تو مقتول کی فوج دشمن پہ ہجوم کرتی اور اُس کی فوجوں اور شہروں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سب مر جاتے ہیں یا دشمن کے ملک کو تباہ و تاراج کر دیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ دوسرے لوگ یہاں کے راجہ کو قتل کرنے سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں۔ یہ عادت ان میں قدیم الایام سے چلی آ رہی ہے۔

اس زمانہ میں باشندگانِ ملیبار کے دو صنف ہیں۔ ایک سامری کے طرف دار دوسرے راجہ کے مددگار۔ اگر کسی غنیم سے مقابلہ ہو جائے تو دونوں متحد ہو جاتے ہیں جنگ و جدل میں دھوکے اور فریب سے کام نہیں لیتے ہیں۔ اور ایسے مواقع پر دھوکا اور فریب دینا ذلت و بزدلی خیال کرتے ہیں۔

برہمنوں اور نجار کے خاندانوں میں جب ان کا کوئی بزرگ مر جاتا ہے (جیسے ماں باپ بڑا بھائی وغیرہ) اور اسی طرح نائروں کے خاندان میں کسی بزرگ کا انتقال ہوتا ہے (جیسے ماں ماموں اور بڑا بھائی اور ایسے ہی دوسرے رشتہ دار) تو کامل

ایک سال تک عورتوں سے مجامعت کرنا، گوشت کھانا، پان کھانا، بال سنوارنا، ناخن ترشوانا وغیرہ وغیرہ ترک کردیتے ہیں۔

نائروں میں اُن لوگوں کو وراثت ملتی ہے جو ماں سے قرابت رکھتے ہیں مثلاً بہنوں اور ماموں کی اولاد اور اُن کے قرابت دار جو ماؤں کی طرف سے رشتہ رکھتے ہیں یہ ہی لوگ مِلک اور مال کے وارث ہوا کرتے ہیں۔ اولاد صلبی ان کے یہاں محروم الارث ہوا کرتی ہے۔ یہ ہی قاعدہ کننور کے مسلمانوں میں رائج ہے۔ اور وہ مسلمان بھی اسی قاعدے کی پیروی کرتے ہیں جو کننور کے اطراف واکناف میں رہا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ قرآن شریف پڑھا کرتے ہیں، اُس کے حافظ بھی ہیں، قرأت بھی جانتے ہیں، علوم دینیہ کو بھی حاصل کیا ہے، صوم وصلوٰۃ کے بھی پابند ہیں۔

برہمنوں، نیز سناروں، نجاروں، لوہاروں، شعبدہ بازوں اور ماہی گیروں میں اولاد وارث ہوا کرتی ہے۔ ان میں عورت اور مرد کا نکاح بھی ہوا کرتا ہے۔ نائروں میں نکاح کا رواج نہیں ہے۔ لیکن مرد عورت کے گلے میں ایک ڈوری باندھ دیتا ہے۔ اس کے بعد عورت اُس مرد کی پابند ہوجاتی ہے۔ برہمنوں میں صرف اولاد اکبر نکاح کرتی ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی نکاح سے محروم رہتے ہیں اور جب یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ بڑے بھائی کے اولاد نہیں ہوتی ہے تو ایسے وقت چھوٹا بھائی نکاح کرسکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ورثار کی کثرت اور وراثت کے جھگڑوں سے ڈرتے ہیں۔ چھوٹے بھائی نائر قوم کی عورتوں سے بغیر نکاح کئے ناجائز تعلق پیدا کرلیتے ہیں۔ کیوں کہ ان سے اگر اولاد ہوجائے تو رواج کے موافق وہ وراثت کی مستحق نہیں رہتی ہے۔ ان میں تعدد ازدواج کا رواج بھی ہے۔ ایک مرد نائر قوم کی اور خود اپنی قرابت کی کئی عورتوں سے وقت واحد میں نکاح کرلیتا ہے۔ مسلمانوں کی طرح یہ لوگ بھی عورتوں کی باریاں مقرر کرتے ہیں جس کی وجہ سے خانگی نزاعات کم ہوتے ہیں۔ نجاروں، لوہاروں، سناروں میں بھی تعدد ازدواج کا یہی طریقہ رائج ہے۔ لیکن وہ اپنی قرابت میں اس طریقہ کو محدود رکھتے ہیں۔ تاکہ وراثت متفرق

نہ ہو جائے۔ یہ لوگ صرف ستر کو ڈھانکتے ہیں۔ باقی جسم کھلا رہتا ہے۔ عورت مرد۔ امیر غریب سب کا یہی لباس ہے۔ ان کی عورتیں برہمنوں کی عورتوں سے پردہ کرتی ہیں۔ نائر قوم کے مرد اپنی عورتوں کو بناؤ سنگھار کر کے میلوں اور تقریبوں میں لایا کرتے ہیں کہ مخلوق اُنھیں دیکھے اور ان کے حسن وجمال سے لطف اندوز ہو۔

ان میں جائداد کی وراثت اُس کو ملتی ہے جو خاندان میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اگر وارث جائداد فاتر العقل یا اندھا یا ضعیف ہو اور اُس کے ماموں کی اولاد موجود ہو لیکن اُن کے موجود ہونے کا علم نہ ہو تو ایسی حالت میں خاندان کا سب سے بڑا آدمی اُس معذور کو قتل کر دیتا ہے تاکہ اس کی مِلک پر بعجلت قبضہ کرلے۔ جب کہ وارث مفقود ہو جاتا ہے تو کسی اجنبی کو متبنّیٰ کر کے بھائی بیٹے اور بھانجے کے عوض وارث بنا دیتے ہیں اور اس وقت معاملۂ وراثت میں اصلی وارث اور متبنّیٰ میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ ملیبار کے تمام کفار میں خواہ وہ بادشاہ ہو یا رعایا، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ جاری وساری رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی وراثت منقطع نہیں ہونے پاتی ہے۔

اہل ملیبار نے اسی نوعیت کے اور بہت سے رسوم اپنے اوپر لازم کر لیے ہیں اور ان سے کبھی تجاوز نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے متعدد اقسام ہیں۔ ان میں بعض اعلیٰ اور بعض ادنیٰ ہیں۔ جب کبھی اعلیٰ طبقہ کا آدمی ادنیٰ طبقہ کے انسان کو ہاتھ لگاتا یا مقررہ حد سے تجاوز کر کے ان سے قریب ہو جاتا ہے تو اس پر غسل کرنا لازمی ہے۔ اور بغیر غسل کئے کھانا کھانا بھی اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اگر وہ کھا لیتا ہے تو اپنے مرتبہ سے گر جاتا ہے اور اس کے ہم قوم اس کو اپنی جماعت میں پھر شریک نہیں کرتے۔ اس کی نجات کا ذریعہ سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ وہ اپنے مقام سے کسی ایسے مقام کی طرف بھاگ جائے جہاں اس کے حال سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اگر خطاوار لڑکا یا عورت ہے تو شہر کے حاکم کو حق حاصل ہے کہ اُسے گرفتار کر کے قید کرے یا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جو اس سے کم رتبہ ہو۔ بعض اوقات ایسے آدمی ہماری پناہ میں آکر اسلام قبول کر لیتے ہیں یا جوگی یا نصرانی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اعلیٰ ذات کے لوگ

ادنیٰ ذات کے آدمی کا پکایا ہوا کھانا نہیں کھاتے اور اگر کھالیں تو اسی سزا کے مستوجب ٹھیرتے ہیں جس کا اوپر ذکر گزر چکا ہے۔

ملیبار میں ایک جماعت اصحاب الخیوط یعنی زنار داروں کی ہے یہ لوگ گلے میں ڈورا باندھنا لازم قرار دیتے ہیں۔ ان کی بھی کئی جماعتیں ہیں۔ اعلیٰ، ادنیٰ، متوسط۔ برہمن ان میں سب سے اعلیٰ شمار کیے جاتے ہیں۔ سب سے کمتر درجہ قوم نائر کا ہے۔ ان لوگوں کا پیشہ سپاہ گری ہے۔ یہ لوگ جاہ و ثروت اور تعداد کے لحاظ سے اہل ملیبار میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ ان میں بھی اعلیٰ اوسط ادنیٰ کا امتیاز ہے۔ ان سے کم رتبہ جماعت شعبدہ بازوں کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ناریل کے درختوں پر ناریل توڑنے کے لیے چڑھا کرتے ہیں۔ اور اس درخت سے اس کا عرق بھی تا سا کرتے ہیں جو بعد میں سیندھی ہو جاتا ہے یا اُسے پکا کر شکر بنا لیتے ہیں۔

نائروں سے کم درجہ بڑھیوں، لوہاروں، سُناروں اور ماہی گیروں کا ہے۔ جو لوگ ان سے بھی کم درجہ ہیں اُن میں سے ایک گروہ دنیتوں کا ہے۔ یہ لوگ زراعت کرتے ہیں یا اُن اشیاء کی تجارت کرتے ہیں جن کا تعلق زراعت سے ہے۔

دنیتوں میں اگر کسی آدمی نے ایسی عورت سے شادی کر لی جو مرتبہ میں اُس سے اعلیٰ ہے یا اُسے کسی متبرک رات کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا جب کہ عورت نہ تو صاحب اولاد تھی اور نہ حاملہ تو ایسی صورت میں عورت اپنے مرتبہ سے گر جاتی ہے اور حاکم اُسے گرفتار کر کے فروخت کر دیتا ہے یا مسلمانوں کی پناہ میں آ کر مسلمان ہو جاتی ہے یا نصرانی ہو جاتی ہے یا جوگیوں میں شرکت کر لیتی ہے۔

اگر کوئی ذی عزت اور بلند مرتبہ آدمی کسی کم رتبہ عورت سے شادی کرلے یا اس کے برعکس معاملہ ہو جائے تو عالی مرتبہ اپنے رتبہ سے گر جاتا ہے۔ اور اس کو ننگ و بدنامی سے بچنے کے لیے سوائے اس کے کوئی صورت نہیں ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔

اصحاب خیوط کی جو اولاد نائر قوم کی عورتوں سے پیدا ہوتی ہے اُنھیں قوم سے خارج نہیں کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اُنھوں نے اس طریقہ کو اپنے یہاں رواج دے لیا ہے

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں صرف بڑے بھائی کی شادی ہوتی ہے۔ دوسرے
بھائی شادی نہیں کرتے بلکہ نائر قوم کی عورتوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی نوعیت کے
اور بہت سے رسم و رواج ہیں جن کو جہالت و بے وقوفی سے اہل ملیبار نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔
یہ باتیں ہم نے برسبیل تذکرہ بیان کی ہیں۔ کیوں کہ بات سے بات نکل آتی ہے۔ اب ہم
کتاب کے اصل مقصد کی جانب رجوع ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شرف بن مالک، مالک بن دینار
اور حبیب بن مالک وغیرہ جن کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے جب ملیبار میں داخل ہوئے وہاں
مسجدیں تعمیر کیں اور دین اسلام کو خوب فروغ دیا تو وہاں کے باشندے تھوڑے تھوڑے
اس مذہب میں داخل ہونے لگے۔ مختلف مقامات سے آکر مسلمان تجار بھی وہاں جمع ہو گئے
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شہر کے علاوہ دوسرے بہت سے شہر بھی مسلمانوں سے آباد ہو گئے۔
مثلاً کالی کوٹ، بلین کوٹ، ترورانگاڈ، تانور، فنان، پرورانگاڈ، پرونور جو شالیات
کے اطراف میں آباد ہیں۔ کابکات، ترکودی وغیرہ جو فندرینہ کے حوالی میں واقع ہیں ارکاڈ
ترون کاد، نیلی، کنسور، چمنپا جو درفتن کے حوالی ہیں اور ان کے جنوب میں بدفتن، نادورام
وغیرہ اور ان کے جانب کدنکلور، کلمنی، پت، ویلی ورم وغیرہ بنائے
گئے ہیں۔

ان شہروں کی آبادی روز بروز بڑھتی گئی۔ مسلمان کثرت سے آباد ہو گئے۔
اور ان کی تجارت کو بے حد فروغ حاصل ہو گیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ مسلمان ہندوؤں کے
ساتھ ظلم و تعدی روا نہیں رکھتے تھے اور نہ ان کے رسم و رواج سے تعرض کیا کرتے
تھے۔ مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں بہت کم تھے اور ان کی تعداد عشر عشیر بھی نہیں تھی۔
کالی کوٹ ملیبار میں سب سے قدیم اور مشہور بندرگاہ ہے، لیکن فرنگیوں کی آمد
کے بعد بالکل تباہ و تاراج ہو گیا ہے۔ ملیبار میں مسلمانوں کا کوئی حاکم نہیں ہے جو ان پر
حکومت کر سکے۔ بلکہ ان پر کفار حکومت کرتے ہیں اور یہ ہی لوگ ان کے باہمی نزاعات
اور مطالبات کا بھی تصفیہ کرتے ہیں۔ باوجود اس کے مسلمانوں کی عزت و حرمت اس
ملک میں تا حال باقی ہے۔ کیوں کہ ان شہروں کے اکثر عمارات مسلمانوں کی ملوکات

ومقبوضات سے ہیں اور مسلمان ان میں اطمینان اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں مسلمانوں کے مواضعات میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں۔ حکومت کی طرف سے قضاۃ اور موذنوں کے وظائف مقرر ہیں۔ احکام شرعی کا نفاذ ہے۔ جمعہ کے دن تعطیل ہوتی ہے۔

جب مسلمان سے کوئی فعل ایسا سرزد ہو جس پر قتل واجب آتا ہے تو مسلمان معززین کی اجازت سے اُس کو قتل کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان مقتول کو لے کر غسل دیتے کفن پہناتے اور نماز جنازہ پڑھکر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیتے ہیں جب کسی کافر سے اس قسم کی خطا سرزد ہوتی ہے تو اُسے بھی قتل کرتے یا سولی دیتے ہیں۔ لیکن اُس کی لاش مقام قتل ہی پر ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ اُسے کتے کھائیں۔

معاملات قرض کو چھوڑ کر تجارت کے کاروبار میں مسلمانوں کو اپنی آمدنی کا دسواں حصّہ بطور خراج کے دینا پڑتا ہے۔ زراعت پیشہ اور باغبانوں سے (خواہ اُن کے کاروبار کس قدر بھی وسیع ہوں) کوئی محصول نہیں لیا جاتا ہے۔

اگر کوئی آدمی مذہب اسلام قبول کرلے تو اُس سے کوئی تعرض نہیں کرتا ہے بلکہ دوسرے مسلمانوں کے مانند اُس کا بھی احترام کرتے ہیں۔ خواہ وہ آدمی ذلیل ترین طبقہ ہی کا کیوں نہ ہو۔ مسلمان ایسے لوگوں کے لیے آرام و آسائش کی تمام چیزیں فراہم کر دیتے ہیں اور ان کا یہ طرز عمل قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

قسمِ چہارم

فرنگیوں کا ملیبار میں آنا اور اُن کے بعض افعال قبیحہ کا تذکرہ

فصل اوّل

اہل پرتگال کا ملیبار میں آنا ۔ کوشی، کننور اور کولم میں
قلعوں کی تعمیر کرنا ۔ بندرِ گووہ پر قابض و متصرف ہونا

اہلِ پرتگال ملیبار میں پہلے پہل سنہ ۹۰۴ھ میں آئے اور موسمِ بارش کے اختتام پر[ل] کشتیوں کے ذریعہ فندرینہ میں پہونچے ۔ اِس کے بعد اُنھوں نے خشکی کے راستہ سے بندرگاہ کالی کوٹ کی طرف کوچ کیا ۔ وہاں چند ماہ کے لیے اقامت اختیار کی اور ملیبار کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کرنے کے بعد اپنے ملک پرتگال کو واپس چلے گئے ۔

[ل] ملیبار میں برسات کا موسم عموماً اکتوبر سے اپریل تک رہتا ہے اس کے بعد شمال مغرب کی برساتی ہوائیں مئی کے اختتام تک چلا کرتی ہیں ۔ اس بنیاد پر واسکو دی گاما کا ملیبار میں داخل ہونا مئی کے بعد ثابت ہوتا ہے ۔ پرتگالی مورخ فاریای سوزا کا بیان ہے کہ واسکو دی گاما پرتگال کے دار الحکومت لزبن سے ۷ رجولائی سنہ ۱۴۹۷ء کو روانہ ہوا اور افریقہ کے ساحل پر بمقام ملیندا ۱۱ رمارچ سنہ ۱۴۹۸ء کو پہونچا ۔ وہاں سے نکلنے کے بعد ۲۰ رجولائی سنہ ۱۴۹۸ء کو اس کا جہاز ساحل ملیبار پر لنگر انداز ہوا ۔ اس کے سفر کی جملہ مدت ایک سال بارہ یوم تھی ۔

یہ لوگ ملیبار میں اس غرض سے آئے تھے کہ اُن مقامات کو دریافت کریں جہاں کالی مرچ پیدا ہوتی ہے اور معاملہ کر کے اس جنس کی تجارت کو اپنے ساتھ مخصوص کریں کیونکہ یہ لوگ کالی مرچ عربوں سے خریدا کرتے تھے اور اہل عرب اسے ملیبار سے لاکر بہت فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔

۹۰۶ھ اہل پرتگال پھر دو سال کے بعد چھ [6] کشتیوں میں سوار ہو کر تجار کی حیثیت سے کالی کوٹ میں داخل ہوئے اور کالی مرچ کی تجارت کرنے لگے اور سامری کے عہدہ داروں سے اس امر کی خواہش کی کہ مسلمانوں کو اس کی تجارت کرنے اور عربستان کی آمد و رفت سے روک دیا جائے۔ اِن سے جو منفعت حکومت کو حاصل ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ ہم پہونچانے کے لیے تیار ہیں۔ اسی دوران میں فرنگیوں نے مسلمانوں کے معاملاتِ تجارت میں خلل ڈالنا اور ظلم و زیادتی کرنا شروع کیا۔ یہ کیفیت جب سامری کو معلوم ہوئی تو اُس نے ان کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ قریباً ساٹھ ستر فرنگی قتل ہوئے۔ باقی آدمیوں نے راہ فرار اختیار کی اور کشتیوں پر سوار ہو کر خشکی والوں پر گولہ باری کرنے لگے۔ سامری کے سپاہیوں نے بھی اس کا جواب دیا۔ اس کے بعد اہل پرتگال بندر کشی کے جانب روانہ ہوئے اور وہاں کے باشندوں سے صلح و آشتی کے ساتھ تعلقات قائم کئے اور وہاں ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنایا۔ یہ سب سے پہلا قلعہ ہے جس کو انھوں نے سرزمینِ ہند پر تعمیر کیا اور اسی کو اپنا مسکن قرار دیا۔ ساحل پر ایک مسجد تھی اُس کو مسمار کر دیا اور اُس کی جگہ ایک کلیسا کی بنیاد ڈالی اور اُس کے لیے خدام بھی مقرر کئے۔ اِس کے بعد باشندگان کننور سے تعلقات پیدا کئے۔ اس مقام پر بھی ایک قلعہ تعمیر کیا اور اُس کی حفاظت کے لیے فوج مقرر کی۔ اِس انتظام کے بعد کالی مرچ اور زنجبیل کا بے حساب ذخیرہ لے کر اپنے وطن پرتگال کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ ہی اُن کا مقصدِ اعظم تھا اور اسی کے لیے اِس قدر دُور کی مسافت طے کر کے ہندوستان میں آیا کرتے تھے۔

ایک سال کے بعد اہل پرتگال کی چار کشتیاں ساحلِ ہند پر نمودار ہوئیں کشی اور کننور کے بندرگاہوں پر لنگر ڈالے۔ کالی مرچ اور سونٹھ کا کثیر ذخیرہ لے کر دوسری بار

اپنے وطن کی راہ لی۔

دو سال کے بعد پرتگالیوں کی بیس یا بائیس کشتیاں پھر ساحل ہند پر لنگر انداز ہوئیں سونٹھ کالی مرچ اور دیگر اشیاء سے بار کر کے وطن کو واپس چلی گئیں غرض کہ اُن کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کو روز بروز عروج ہونے لگا۔

اِسی زمانہ میں سامری نے کُشی پر فوج کشی کی اور اپنی قدیم عادت کے موافق اُسے خراب و برباد کر دیا۔ اور اُس کے دو تین حکمرانوں کو قتل کر کے کالی کوٹ کی راہ لی۔ فرنگیوں کی امداد سے مقتولین کے بھانجے بجائے اُن بھائیوں کے جو عمر میں بڑے اور مُلکی قانون کے موافق حکومت کے وارث تھے، کُشی اور اُس کے اطراف و اکناف پر مسلط ہو گئے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ کُشی کی حکومت میں فرنگیوں کی عزّت اور حرمت اچھی طرح قائم ہو گئی اور یہ حکمراں فرنگیوں کو اُن کی لڑائیوں اور دیگر ضروریات میں ہر طرح کی امداد پہونچانے لگے اور اُنھیں بہت مال و متاع بھی دیا۔ یہاں تک کہ تجارت میں بھی آمدنی کا دسواں حصّہ ان کے لیے مقرر کر دیا۔ اِن اسباب سے کُشی میں اہل پرتگال کو خوب فروغ حاصل ہوا۔

ان بیس بائیس کشتیوں کی آمد کے ایک سال بعد اہل پرتگال کی اور دس کشتیاں ہندوستان میں وارد ہوئیں۔ ان میں سات نئی تھیں اور تین وہ تھیں جو سال گزشتہ پرتگال سے نکل کر غیر معمولی تاخیر کے ساتھ اب پہونچی تھیں۔ ان میں سے سات کشتیاں جدید سامان لاد کر وطن کی جانب واپس ہو گئیں اور تین کشتیاں کُشی میں رہ گئیں۔

سامری نے اہل پرتگال کی مدافعت کا قصد کیا۔ ایک لاکھ نائر اور کثیر التعداد مسلمانوں کو ساتھ لے کر قلعۂ کُشی پر یورش کی۔ لیکن قلعہ کے فتح کرنے میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ کیوں کہ فرنگیوں نے قلعہ کے اندر سے سامری کے لشکر پر توپوں سے گولہ باری کی۔ اِسی دوران میں فنان کے مسلمانوں نے تین سنابق تیار کیے اور اُن کے ذریعہ سے مقابلہ کیا۔ بہت سے آدمی طرفین کے لڑائی میں مارے گئے۔ دوسرے دن فنان اور سلین کوٹ کے باشندوں نے چار سنابق۔ فندرینہ اور کالی کوٹ کے باشندوں نے

تین سنابیق ساتھ لے کر پرتگالیوں پر حملہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بارش کا موسم آگیا تھا اور ایسے زمانہ میں جنگ و جدل کے لیے سخت مشکلات پڑتی ہیں، اس لیے سامری اور اُس کے ساتھی اپنے اپنے وطن کو بخیر و خوبی واپس چلے گئے۔

اس کے بعد کئی سال تک آدمیوں اور مال سے بھری ہوئی متعدد کشتیاں پرتگال سے ہندوستان میں آتی رہیں اور سیاہ مرچ اور زنجبیل کی کثیر مقدار اُن کے ذریعہ ملیبار سے پرتگال کو روانہ کی گئی۔ کشتی اور کننور میں اہل پرتگال کے قدم جب اچھی طرح جم گئے تو وہ اور اُن کی رعایا نہایت اطمینان کے ساتھ سمندر میں سفر کرنے لگے۔

اہل پرتگال بحری سفر کے لیے پروانۂ راہ داری دیا کرتے تھے اور ہر ایک کشتی کے لیے خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ایک خاص علامت مقرر کر دی تھی۔ پروانہ کی قیمت مقرر تھی۔ جب سوداگر کے بحری سفر کرنے والے پروانہ حاصل کیا کرتے تھے جن کشتی والوں کے پاس پروانہ نہیں ہوتا تو کشتی اور اُس کے مال و اسباب کو گرفتار کر لیا کرتے تھے۔ اِس کی وجہ سے سامری اور اُس کی رعایا کے ساتھ ان لوگوں کی ہمیشہ لڑائی رہا کرتی تھی اور سامری ہمیشہ نقصان میں رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سامری اور اُس کی رعایا کمزور ہو گئی اور مجبور ہو کر اس نے شاہانِ اسلام سے امداد و اعانت کی درخواست کی۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ صرف گجرات کے بادشاہ سلطان محمود[1] ولد سلطان مظفر اور عادل شاہ نے (جو علی عادل شاہ کے جد[2] تھے) ایک بحری بیڑے کی تیاری کا حکم دیا۔ لیکن سمندر میں داخل ہو کر مخالف کے ساتھ کھلم کھلا لڑائی کے لیے دونوں بادشاہ متفق نہیں ہوئے۔

---

[1] محمود شاہ گجرات کا چھٹا فرماں روا جس نے ۸۶۳ھ سے ۹۱۷ھ تک حکومت کی ہے مصنف نے اسے مظفر شاہ کا فرزند بتایا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ محمد شاہ تیسرے بادشاہ کا فرزند اور مظفر شاہ ساتویں بادشاہ کا والد ہے۔ [2] جد علی عادل شاہ سے یوسف عادل شاہ مراد ہے۔ جس نے عادل شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور یہ بادشاہ ۸۹۵ھ سے ۹۱۶ھ تک بیجاپور میں برسر حکومت رہا ہے۔

اس کے بعد مصر کے سلطان قانصو غوری[1] نے اپنے امراء سے حسین نامی ایک امیر کو سامری کی امداد کے لیے بھیجا اور اُس کے ساتھ کچھ لشکر اور تیرہ کشتیاں بھی روانہ کیں۔ یہ لشکر ابتدا میں بندر دیو پر لنگر انداز ہوا پھر وہاں سے نکل کر ملک ایاس نائب دیو کے ساتھ بندر شیول کی جانب روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں فرنگیوں کی چند کشتیاں ملیں جن سے خوب لڑائی ہوئی۔ امیر حسین نے ایک بڑی کشتی بھی گرفتار کر لی۔ اس فتح کے بعد مصر کا لشکر دیو کی جانب واپس[2] ہو گیا اور موسم بارش اسی جگہ بسر کیا۔ اس دوران میں سامری نے بھی چالیس چھوٹی چھوٹی کشتیاں امیر حسین کے پاس روانہ کیں۔ فرنگیوں کو جب معلوم ہوا کہ امیر حسین دیو میں مقیم ہے تو اُنھوں نے بھی خوب تیاری کی۔ تقریباً بیس کشتیاں لے کر مقابلہ کے لیے نکلے۔ امیر حسین کو جب ان کے آنے کی اطلاع ملی تو بلا کسی تیاری کے ملک ایاس اور اہل ملیبار کی کشتیوں کو ساتھ لے کر دیو سے باہر نکلا۔ جب فریقین مقابل ہوئے تو فرنگیوں نے صرف امیر حسین کی کشتیوں کی جانب

---

[1] اس کا پورا نام ملک اشرف ابو النصر قانصو غوری ہے۔ مصر کے خاندان چراکہ کا تیئسواں فرماں روا تھا اُس نے ۹۰۶ء سے ۹۲۲ء تک حکومت کی ہے۔ روم کے بادشاہ سلطان سلیم عثمانی (۹۱۸ھ تا ۹۲۶ھ) سے لڑتا ہوا ۲۵ رجب ۹۲۲ھ کو حلب کے قریب گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

[2] مورخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ ۹۱۳ھ میں سلطان محمود شاہ کو معلوم ہوا کہ ساحل گجرات پر اہل فرنگ ہجوم کر کے قلعے بنانا اور متوطن ہونا چاہتے ہیں۔ سلطان روم (صحیح سلطانِ مصر) ان کا دشمن تھا۔ اس نے جب یہ خبر سُنی تو بہت سے جہاز ساحلِ ہند کی جانب روانہ کیے تاکہ ہندوستان سے اہل فرنگ کا استیصال کرے۔ اِن میں سے چند جہازات گجرات کے بنادر میں آئے۔ سلطان محمود شاہ نے بھی اِن کے استیصال کرنے کی غرض سے کبھی دمن اور مہایم کی جانب حرکت کی۔ اور جب خطۂ دمن میں آیا تو اِس نے اپنے غلام خاص ملک ایاز کو جو امیر الامرا اور سپہ سالار کے عہدہ پر قابض تھا۔ چند جہازوں کے ساتھ بندر ریب (دیو) کی جانب روانہ کیا رومیوں (صحیح مصریوں) کے دس بڑے بڑے جہاز بھی ملک ایاز کے ساتھ ہو گئے۔ ایاز نے چیول میں جا کر فرنگیوں سے مقابلہ کیا۔ اور ان میں ایک بڑا جہاز جس میں ایک کروڑ کا سامان کا تھا توپوں سے مار کر غرق کر دیا اور اس طرح کامیاب ہو کر دیو کی جانب مراجعت کی اس لڑائی میں رومیوں (صحیح مصریوں) کے چار سو اور فرنگیوں کے دو تین ہزار آدمی مارے گئے۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۲۰۲ سکندر منجو نے اس واقعہ کو خفیف اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے مرآۃ سکندری طبع بمبئی ص ۱۱۷۔

پوری قوت صرف کردی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کی بعض کشتیوں پر فرنگیوں نے قبضہ کر لیا۔ بعض کشتیاں تباہ و برباد ہو گئیں۔ ملک ایاز اور اہل ملیبار کی کشتیاں زیادہ نقصان میں نہیں رہیں۔ فرنگی فتح و نصرت کے ساتھ کشتی کی جانب واپس ہوئے امیر حسین بے نیل مرام مصر کی جانب چلا گیا۔

اس ناکامی کے باعث سلطان قانصو کو سخت غیرت آئی اور اُس نے تقریباً بائیس بڑے بڑے جہاز پوری تیاری کے ساتھ روانہ کئے۔ امیر حسین کے ساتھ امیر سلیمان رومی کو بھی اس بیڑے کا سردار مقرر کیا۔ یہ بیڑہ ابتدا میں جدہ پہونچا۔ پھر بندر مکران پر ٹھیرا۔ امیر حسین نے یہاں سے اہل یمن پر حملہ کر دیا اور اُن کے شہروں میں لوٹ مار مچادی۔ امیر سلیمان نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہاں سے بندر عدن کا ارادہ کیا پھر جدہ کی جانب واپس ہوئے۔ امیر حسین نے اس کی مزاحمت کی جس کی وجہ سے دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ اسی اثنا میں سلطان حجاز شریف برکات نے امیر حسین کو ماخوذ کر لیا اور اُسے جدہ کے قریب سمندر میں غرق کر دیا۔ اسی زمانہ میں یہ خبر موصول ہوئی سلطان قانصو اور سلطان سلیم کے مابین لڑائی ہوئی۔ عین معرکہ میں قانصو مارا گیا مصری لشکر نے شکست کھائی۔ ملک پر سلطان سلیم کا قبضہ ہو گیا۔

یوم پنج شنبہ ۲۲ رمضان ۹۱۵ھ کو اہل پرتگال لڑتے ہوئے کالی کوٹ میں دفعتاً داخل ہوئے۔ وہاں کی جامع مسجد کو جلا دیا جس کو نا خدا متقال نے تعمیر کیا تھا۔ اور سامری کے محل میں گھس گئے۔ اس وقت سامری موجود نہ تھا۔ بلکہ ایک عرصہ سے کسی دوسری جگہ لڑائی میں مصروف تھا۔ نائروں نے جو شہر میں موجود تھے ان کی مدافعت کی۔ محل سے باہر نکال دیا۔ فرنگیوں پر آفت آگئی پانسو آدمی قتل ہو گئے۔ بہت سے سمندر میں ڈوب مرے اور جو سلامت بچے تھے اُنھوں نے اپنے جہازوں کا راستہ لیا۔ اس واقعہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے یا بعد فرنگیوں کی ایک جماعت فنان میں وارد ہوئی۔ ساحل سمندر پر پچاس کشتیاں بے حفاظت کھڑی تھیں اُنھیں جلا دیا۔ ستّر مسلمانوں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد عدن کی جانب چلے گئے۔ وہاں کے باشندوں سے بھی

ان کی لڑائی ہوئی۔ مسلمان کامیاب رہے فرنگیوں نے شکست پائی اور اپنے ارادے میں ناکام ہو گئے۔ یہ واقعات امیر جان کے زمانہ میں وقوع پزیر ہوئے ہیں۔ اہل پرتگال جب گشتی اور کینور میں مستحکم ہو گئے تو انھوں نے کولم کے سردار سے صلح کر لی اور وہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کیا۔ یہاں اور گشتی میں اطراف واکناف سے کالی مرچ لا کر اس قدر کثیر تعداد میں جمع کرنے لگے کہ اتنی مقدار میں کسی اور مقام پر اب تک نہیں لائی گئی تھی۔

اس کے بعد فرنگیوں نے گووہ پر حملہ کیا اور بزور شمشیر اس پر قبضہ کر لیا اور اسے ہندوستان میں اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ یہ بندرگاہ عادل شاہ کے بندرگاہوں سے تھا جو علی عادل شاہ کا جد ہے۔ عادل شاہ نے بہت جلد ان کی مدافعت کی اور ایک سخت لڑائی کے بعد ان کو گووہ سے نکال دیا[1]۔

کچھ عرصہ کے بعد فرنگی بڑی تیاری کر کے گوا پر حملہ آور ہوئے اور ایک سخت لڑائی کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت عادل شاہ کے بعض امراء نے فرنگیوں کا ساتھ دیا اور اپنے مشوروں سے کامیابی کا راستہ بتایا۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کے لیے اس مقام کا فتح کرنا آسان ہو گیا۔ اور انھوں نے جب تسلط پایا تو اس میں متعدد مضبوط و مستحکم قلعے بنائے اور اسے حسب سابق اپنا دارالحکومت قرار دیا[2]۔

---

[1] یہ واقعہ یوسف عادل شاہ کے عہد کا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ سنہ ۹۱۵ھ میں پرتگیزوں نے گوا کے حاکم کو غافل پا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف عادل شاہ دو تین ہزار سپاہی لے کر پانچویں دن گوا میں پہونچا اور قلعہ پر قابض ہو کر پرتگیزوں کو وہاں سے بے دخل کر دیا (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۱، خافی خاں جلد سوم صفحہ ۲۸۰) اس زمانہ میں الفانسو دی البوقرق پرتگیزوں کا گورنر تھا

[2] یوسف عادل شاہ گوا سے واپس ہونے کے تھوڑی مدت بعد سنہ ۹۱۶ھ میں فوت ہو گیا اور اسمٰعیل عادل شاہ اس کی جگہ پر برسر حکومت ہوا۔ جدید بادشاہ خانگی جھگڑوں میں مصروف تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر پرتگیزوں نے پھر گوا کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے تھانہ دار کمال خاں کو رشوت دے کر قلعہ پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد تھانہ دار نے اس شرط پر صلح کر لی کہ پرتگیز صرف قلعہ پر متصرف رہیں اور اس کے اطراف میں جس قدر قریات وقصبات ہیں ان سے تعرض نہ کریں (فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۴، خافی خاں جلد سوم صفحہ ۲۸۲)

فصل دوم

(اہل پرتگال کے بعض افعالِ قبیحہ)

ملیبار کے مسلمانوں میں قدیم زمانہ سے یہ عادت چلی آرہی تھی کہ بادشاہ اور رعایا
کے ساتھ عدل و انصاف اور محبت و اخلاص سے رہا کرتے تھے جس کی وجہ سے اُن کو
نہایت اطمینان اور فارغ البالی حاصل ہوگئی تھی۔ مگر جب اُنھوں نے کفرانِ نعمت کیا تو
گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ شعارِ اسلام کے خلاف مسلک اختیار کیا تو اللہ پاک نے ان پر
پرتگال کے نصرانیوں کو مسلط کر دیا۔ جنھوں نے ان پر طرح طرح کے مظالم کئے۔ خوب فتنہ و
فساد مچایا ایسے بُرے بُرے حرکات ان کے ساتھ روا رکھے کہ جن کا شمار کرنا ناممکن ہے
یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف مار پیٹ، ٹھٹول اور تمسخر کرتے بلکہ طرح طرح کی تدبیروں سے
ذلیل و رسوا کیا کرتے تھے۔ ندی نالے عبور کرتے وقت ان سے سواری کا کام لیتے۔
ان کے چہروں اور جسموں پر غلاظت پھینکتے۔ سفر اور خصوصاً سفرِ حج سے مانع و مزاحم
ہوا کرتے تھے۔ مال و اسباب کو لوٹتے، شہروں اور مسجدوں میں آگ لگا دیتے اور
اِن کی کشتیاں چھین لیا کرتے اور ان کے کتبِ مقدسہ پاؤں سے پائمال کر کے آگ
میں جلا دیا کرتے تھے۔ ان باتوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جاتی تھی مساجد کی
بے حرمتی کرنے مردود مسائل کے قبول کرنے پر مسلمان مجبور کئے جاتے تھے۔ صلیب کے
آگے مسلمانوں کو سجدہ کرایا جاتا تھا۔ فرنگی عورتیں قیمتی زیورات اور نفیس پوشاک پہن کر
مسلمان عورتوں سے ملاقات کرتیں اور اُنھیں دین سے بھٹکا کر نصرانی بنا لیا کرتی تھیں۔
حاجیوں اور عام مسلمانوں کو انواع و اقسام کے عذاب دے کر قتل کیا کرتے تھے نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیا کرتے۔ مسلمانوں کو اسیر کرنے کے بعد وزنی بیڑیاں
ڈال کر بازار لاتے اور غلاموں کی طرح فروخت کر دیتے۔ اور ان سے غلام بنائے جانے
کے بعد بڑی بڑی رقمیں لی جاتیں ورنہ طرح طرح کے عذاب ان کو برداشت کرنے پڑتے

تھے۔ مسلمان قیدیوں کو ایک غلیظ بدبودار اندھیری کوٹھری میں بند کیا جاتا تھا۔ اور جب مسلمان رفع حاجت کے بعد پانی سے استنجا کرتے تو انھیں جوتیوں سے مارتے اور آگ سے جلاتے تھے۔ قیدیوں سے بعض آدمی فروخت کئے جاتے۔ بعض غلام بنائے جاتے۔ بعضوں سے نہایت بے رحمی کے ساتھ محنتِ شاقّہ لی جاتی تھی۔

اہل پرتگال جزرات، کنکن، ملیبار، اور برۃ العرب کی طرف بارہا خروج کرتے اور وہاں سے کشتیاں گرفتار کر کے لاتے۔ اس ذریعہ سے بہت کچھ مال و دولت اور قیدی مل جاتے تھے۔ ان قیدیوں میں بہت سی شریف اور صحیح النسب عورتیں بھی ہوتی تھیں جنھیں نصرانی گھروں میں ڈال لیتے تھے اور ان کے بطن سے جو نصرانی اولاد پیدا ہوتی تھی وہ دین اسلام کی دشمن اور مسلمانوں کو اذیّت دیا کرتی تھی۔ نصرانیوں نے ہزارہا علماء اور سادات کو قید کیا۔ انواع و اقسام سے تکالیف پہونچائیں۔ یہاں تک کہ انھیں قتل کر دیا۔ ہزارہا مسلمان مرد اور عورت جبر و تشدد سے مرتد ہو کر دین نصاریٰ میں شامل ہو گئے۔ ایسی اور بھی بہت سی برائیاں اور خرابیاں ہیں جن کے بیان کرنے سے زبان عاجز اور افشا کرنے سے قاصر ہے۔ نصرانیوں کی خواہش و آرزو یہ تھی کہ اسلام کو مٹا دیں اور مسلمانوں کو اپنے دین میں داخل کر لیں۔ باوجود اس کے انھوں نے اکثر اوقات مسلمانوں سے مصالحت بھی کی ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ان کی زندگی کی بیشتر ضروریات مسلمانوں سے وابستہ تھیں کیوں کہ ساحلِ سمندر پر جتنے بندرگاہ تھے کم و بیش ان تمام میں مسلمانوں کی آبادی تھی۔ پرتگال سے جب کوئی نئی جماعت ہندوستان میں وارد ہوتی اور کشتی وغیرہ مقامات میں مسلمانوں کو اسلامی حیثیت و نشان کے ساتھ دیکھتے تو اپنے قوم کے سردار سے ان کے نیست و نابود کرنے کی نسبت گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک پرتگالی سردار نے کشتی کے فرماں روا سے اس امر کی خواہش کی کہ مسلمانوں کو کشتی سے نکال دیا جائے۔ اور اس کی تائید میں دلیل پیش کی کہ مسلمانوں کی وجہ سے ملک کو جو فائدہ پہونچ رہا ہے اُس سے بہت زیادہ فائدہ اہل پرتگال سے حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ راجہ نے جواب دیا کہ مسلمان قدیم زمانے سے

ہماری رعایا ہیں اور اُن کی وجہ سے شہروں کی آبادی ہے۔ اس لیے ان کا ملک میں رہنا ضروری ہے۔ نصرانیوں کو صرف مسلمانوں کے ساتھ عداوت و خصومت تھی۔ ان کے سوا اور بہت اقوام آباد تھیں مثلاً نائر اور دیگر کفار لیکن ان کے ساتھ نہ لڑائی جھگڑا تھا اور نہ فتنہ و فساد۔ ان کے نزدیک خطا کار صرف مسلمان تھے۔

فصل سوم

سامری کے ساتھ اہل پرتگال کی مصالحت اور کالی کوٹ میں قلعہ کی تعمیر

یہ واقعہ اس طرح ظہور پذیر ہوا کہ جنگ و جدل کے زمانہ نے بہت طول کھینچا مسلمان تجار کمزور ہو گئے۔ سامری بھی جس نے لڑائیوں میں مسلمانوں کے لیے زر کثیر صرف کیا تھا) فوت ہو گیا۔ اُس کا بھائی اُس کی جگہ بر سر حکومت ہوا۔ اُس نے مناسب سمجھا کہ فرنگیوں سے مصالحت کر لے تاکہ اس کی مسلمان رعایا کو ایسے تجارتی حقوق حاصل ہو جائیں جیسے کہ کُتی و کنور کی رعایا کو حاصل ہیں اور اس تدبیر سے مسلمان تجار کی غربت اور کمزوری دور ہو جائے۔ پس سامری نے فرنگیوں سے صلح کر لی اور اُنھیں کالی کوٹ میں قلعہ بنانے کی اس شرط پر اجازت دی کہ اُس کی رعایا کی چار کشتیاں ہر سال اطمینان و حفاظت کے ساتھ برالعرب جدہ اور عدن تک جانے کی اجازت دیا کریں۔ جب شرائط طے ہو گئے تو فرنگیوں نے کالی کوٹ میں قلعہ بنانا شروع کیا۔ سامری کی رعایا کے چار جہاز سیاہ مرچ اور زنجبیل سے بھرے ہوئے پروانہ راہ داری کے ساتھ برالعرب اور جزرات کی جانب تجارت کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ واقعہ ۹۲۰ھ ۱۵۱۴ء یا ۹۲۱ھ ۱۵۱۵ء کا ہے۔ یہ کشتیاں جب کالی کوٹ کو واپس ہو گئیں اور قلعہ بھی تیار ہو چکا تو فرنگیوں نے اپنا مطلب نکل جانے کے بعد مسلمانوں کو آئندہ برالعرب تک جانے اور کشتیوں میں سیاہ مرچ اور زنجبیل بار کرنے سے روک دیا اور ان اشیار کی

تجارت اپنے ساتھ مخصوص کرلی۔ اگر کسی کشتی میں ان اشیاء کی تھوڑی مقدار بھی پالیتے تو اُس کشتی کو تمام مال ومتاع اور سواریوں کے ساتھ گرفتار کرلیا کرتے تھے یہ اور اسی طرح کی اور بہت سی ظلم وزیادتیاں مسلمان اور بعض دیگر اقوام پر برابر جاری تھیں۔ لیکن سامری صلح پر قائم تھا اور ان کی مزید شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان تکلیفوں پر صبر کرلیا کرتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ خفیہ طور پر کئی مسلمان بادشاہوں کے نام خطوط لکھے اور انھیں فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے آمادہ کرتا رہا لیکن یہ کارروائی سودمند ثابت نہیں ہوئی۔

فرنگی اپنے کاروبار کی بہبودی اور مصالح سے خوب واقف تھے ضرورت کے وقت دشمنوں سے نہایت لجاجت وعاجزی کرلیتے اور جب حاجت پوری ہوجاتی تو ہر ممکن طریقہ سے اُس کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے تھے۔ ان کے اتفاق کا یہ عالم تھا کہ تمام قوم ایک بات پر جمی رہتی تھی۔ باوجود بُعد مسافت کے اپنے سرداروں کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ اِن میں بہت کم اختلاف ہوتا تھا۔ یہ بات بھی اِن میں نہیں تھی کہ حکومت حاصل کرنے کے لیے اِن کا کوئی فرد سرداروں کو مار ڈالے۔ یہی وجہ تھی کہ ملیبار کی رعایا باوجود ان کی قلت کے ان کی مطیع ومنقاد ہوگئی۔ مسلمان امراء اور اُن کے اہل لشکر کی حالت اس کے بالکل خلاف تھی۔ اِن میں باہمی نفاق کثرت کے ساتھ تھا۔ ایک دوسرے پر غلبہ اور فوقیت حاصل کرنے کے لیے ہر وقت خواہاں رہتے تھے۔ کسی کے قتل سے غلبہ یا فوقیت حاصل ہوسکتی ہے تو اس فعلِ شنیع کے ارتکاب سے احتراز نہیں ہوتا تھا۔

فرنگیوں کو جب کالی کوٹ میں استحکام حاصل ہوگیا تو اُنھوں نے سامری کو اپنے مکان پر جو قلعہ کے قریب واقع تھا اِس بہانہ سے مدعو کیا کہ شاہ پرتگال کا ایک عالی شان تحفہ اُس کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور ارادہ یہ تھا کہ آنے کے بعد اُسے گرفتار کرلیں۔ عین وقت پر ایک فرنگی نے سامری کو اس راز سے واقف کردیا۔ اور سامری نے رفع حاجت کا بہانہ کرکے راہ فرار اختیار کی اور ان کے مکر وحیلہ سے

نجات پائی۔

۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء کے ماہ محرم میں فرنگیوں کی ایک جماعت بڑی تیاری کے ساتھ اٹھائیس کشتیوں میں سوار ہوکر جدہ کی تسخیر کے لیے بندر گوا سے نکلی یہ لوگ جب جدہ کے بندرگاہ پر پہونچے تو وہاں کے مسلمانوں کو بے حد خوف و ہراس پیدا ہوا۔ امیر سلیمان رومی جس کو سلطان قانصو نے ملیبار کی مہم پر روانہ کیا تھا اس وقت تک جدہ میں مقیم تھا۔ اس کے ساتھ دو سو سپاہی اور چند کشتیاں بھی موجود تھیں۔ سلیمان نے فرنگیوں کی کشتیوں پر گولے مارے جس کے خوف سے فرنگیوں نے بادبان بلند کر دیئے اور اُن پر امن کی جھنڈیوں کو باندھ دیا۔ اس کے بعد واپسی پر آمادہ ہوئے۔ سلیمان نے ان کے تعاقب میں دو کشتیاں روانہ کیں۔ جس میں تیس آدمی سوار تھے۔ اُنھوں نے کمران کے قریب فرنگیوں کی ایک چھوٹی کشتی کو جس میں بارہ نصرانی سوار تھے گرفتار کر لیا اور اُسے لے کر جدہ میں واپس آئے۔ اس کے بعد موسمی ہوا کے اختتام تک فرنگیوں نے کمران میں قیام کیا۔ پھر گوا کی جانب ناکامی کے ساتھ واپس چلے آئے۔

فصل چہارم

فرنگیوں کے ساتھ سامری کی مخالفت اور قلعۂ کالی کوٹ کا تسخیر کرنا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ کالی کوٹ میں فرنگیوں کے ظلم و فساد روز بروز بڑھنے لگے مگر سامری نے اِن سے ہر وقت چشم پوشی کی۔ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہونچی کہ ۱۰ محرم ۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء کو فرنگیوں اور فندرینہ کے بعض مسلمانوں میں بمقام کالی کوٹ جھڑپ ہوگئی۔ اس وقت سے صلح و آشتی کا خاتمہ ہوگیا۔ مخالفت اور لڑائی جھگڑوں کی بنیاد پڑ گئی۔ اسی اثناء میں فندرینہ۔ جمینیا۔ ترن کاور۔ پرپور انگاد وغیرہ کے بعض باشندے خفیہ طور پر چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سوار ہوکر سمندر میں

نکلے اور فرنگیوں کی ذیل تجارتی کشتیوں کو گرفتار کرلیا۔

اسی طرح کا ایک اور فتنہ کدنگلور کے مسلمانوں اور یہودیوں میں ظہور پذیر ہوا۔ یہودیوں نے ایک مسلمان کو مار ڈالا۔ اس وجہ سے دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ مسلمانوں نے دیگر بلاد کے مسلمانوں سے اعانت طلب کی تاکہ مقتول کا بدلہ لیں اس کا یہ اثر ہوا کہ کالی کوٹ فندرینہ اور اُس کے اطراف کا لکاٹ، ترکود، شالیات، پریورانگاد، ترورنگار، تانور، پرہ وتور، فنان، بلین کوٹ کے باشندے شالیات کی جامع مسجد میں جمع ہوئے اور اس بات پر اتفاق کیا کہ یہودیوں سے لڑائی کی جائے اور سرحد کدنگلور پر ان کو تباہ و تاراج کیا جائے۔ نیز نصرانیوں سے بھی جنگ کی جائے اور سامری کی اجازت کے بغیر ان سے صلح نہ کی جائے۔ یہ واقعہ سنہ ۹۳۱ھ میں ہوا ہے۔ اس کے بعد ان شہروں کے باشندوں نے چھوٹی چھوٹی کم و بیش سَو کشتیاں جمع کیں اور اُن پر سوار ہو کر کدنگلور کی جانب روانہ ہوئے بہت سے یہودیوں کو قتل کیا۔ اور جو باقی بچے تو اُنھوں نے کدنگلور کی جانب مشرق ایک قریہ کی راہ لی مسلمانوں نے یہودی اور نصرانی دونوں کے مکانات اور معابد جلا دیئے۔ اس ہنگامہ میں نائروں سے لڑائی ہو گئی مسلمانوں نے بعض نائروں کو مار ڈالا۔ اس شورش کے بعد کدنگلور میں مسلمانوں کی سکونت دشوار ہوگئی اور اُنھوں نے نقل مقام کر کے دوسرے شہروں کا راستہ لیا۔

اسی سال درم فتن، ارکاد، کنتور، ترونکار، دہیلی و چمنپا وغیرہ کے باشندوں نے فرنگیوں کی مخالفت کی اور اُن کے ساتھ لڑائی پر اتفاق کرلیا۔ انہیں ایام میں کُشی کے بعض امیروں نے بھی فرنگیوں کے خلاف لڑائی جھگڑے کا ارادہ کیا۔ اور یہ سب ایک جہت ہو کر کالی کوٹ میں چلے آئے فرنگیوں کو جب مسلمانوں اور سامری کی مخالفت کا یقین کامل ہوگیا تو وہ بھی بڑی تیاری کے بعد کُشی سے نکلے۔ جمادی الاوّل کے تیسرے ہفتہ صبح کے وقت فنان میں اُترے اکثر مکانوں، دکانوں اور بعض مساجد کو جلا دیا ناریل کے درختوں کو جو نہروں کے کنارے لگے ہوئے تھے قطع کر ڈالا۔ بہت سے مسلمان اس ہنگامہ میں شہید ہوئے۔ دوسری رات یہ لوگ چلے گئے اور یہاں سے فندرینہ

میں پہونچ کر چالیس[1] کشتیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہاں بھی مسلمان شہید ہوئے۔ اس کے بعد کالی کوٹ میں فرنگیوں میں اور فندرینہ کے بعض مسلمانوں کے مابین لڑائی ہوئی۔ سامری نے بھی لڑائی کا ارادہ کر لیا۔ لیکن سامری اس وقت کالی کوٹ میں موجود نہ تھا۔ بلکہ ایک دور دراز مقام پر کسی دوسرے دشمن کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ اس لیے اس نے اپنے وزیر اعظم کو جس کا نام "بالیذ" تھا کالی کوٹ روانہ کیا تاکہ فرنگیوں کے ساتھ لڑائی کا آغاز کرے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں نے بھی سعی بلیغ سے کام کیا۔ سامری کی نائر فوج نے بھی مردانہ جوہر دکھائے۔ دوسرے شہروں کے مسلمان بھی شریک ہو گئے سامری کے آنے تک خوب لڑائی ہوتی رہی۔ جب سامری کالی کوٹ میں داخل ہوا تو فرنگیوں کے پاس سامان رسد ختم ہو گیا تھا اور باہر سے قلعہ کے اندر رسد کے پہونچنے کی اُمید بھی منقطع ہو گئی تھی۔ اس لیے فرنگیوں نے تمام سامان کشتیوں میں بھر دیا اور قلعہ کے اندر سے سمندر تک ایک سرنگ تیار کی جس کا علم باہر کے آدمیوں کو مطلق نہ ہو سکا اور وہ اس سرنگ سے نکل کر کشتیوں میں سوار ہوتے ہی فرار ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۶ محرم ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء کا ہے۔ اس لڑائی میں ابتدا سے قلعہ کے فتح ہونے تک مسلمان اور سامری کے نائر سپاہی ہزار نفوس سے زیادہ مارے گئے۔

قلعہ کی فتح کے باعث فرنگیوں کو سامری اور مسلمانوں کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ خصومت ہو گئی اور اس کا اثر زمانۂ دراز تک قائم رہا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے دوبارہ عہد و پیمان کیا اور بہت سی چھوٹی چھوٹی کشتیاں جمع کر کے بغیر پروانۂ راہ داری کے جزرات وغیرہ کی جانب عازم سفر ہوئے اور سیاہ مرچ اور سونٹھ وغیرہ کی تجارت کے لیے فرنگیوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ان کی بعض کشتیاں بچ گئیں اور بعضوں کو فرنگیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور بعض ہنگامہ میں خشکی پر چڑھ کر تباہ ہو گئیں۔ درم فتن والوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اسی موسم کے اخیر زمانہ میں فرنگیوں سے صلح کر لی اور قدیم عادت کے موافق فرنگیوں سے پروانۂ راہ داری لے کر سفر کرنے لگے۔ لیکن سامری اور اس کی رعایا نے اس کی

کوئی پروا نہیں کی اور فرنگیوں کی مخالفت پر ایک زمانۂ دراز تک استواری کے ساتھ قائم رہے۔ یہاں تک کہ ان کا اقتدار ضعیف کم زور ہو گیا۔

۹۳۵ھ / ۱۵۲۸ء میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ زمانۂ بارشش کے اوائل میں فرنگیوں کی ایک کشتی تانور کے قریب تباہ ہو گئی۔ وہاں کے سردار نے کشتی والوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ سامری نے فرنگیوں کو مع اُن کے سامان کے تانور کے رئیس سے طلب کیا۔ لیکن اُس نے ایک چیز بھی سامری کے حوالہ نہیں کی۔ اس وجہ سے رئیس تانور اور فرنگیوں میں صلح ہو گئی اور تانور کی رعایا نے فرنگیوں سے پروانۂ راہ داری لے کر دریائی سفر شروع کیا۔ نہر فنان کے شمال میں ایک قلعہ کی بنیاد ڈالنے کے لیے فرنگیوں نے رئیس تانور سے اجازت حاصل کی تاکہ سامری اپنی جماعت کے ساتھ ادھر سے گزرے یا فنان کو تباہ و تاراج کرنے کا ارادہ کرے تو اس مقام سے اُس کی مزاحمت و مدافعت ہو سکے اس ارادے سے فرنگیوں کی ایک جماعت کشتیوں میں سوار ہو کر اور پتھر و چونہ ساتھ لے کر کشتی سے روانہ ہوئی اور جب فنان میں آکر لنگر ڈالا تو ایسی سخت آندھی آئی کہ اُن کی کشتیاں بہہ گئیں اور جنوبی بلیین کوٹ کے قریب تباہ ہو کر غرق ہو گئیں۔ صرف ایک چھوٹی سی کشتی بچ رہی۔ سواریوں کا بڑا حصہ غرق ہو گیا اور جو بچ کر ساحل تک پہونچے تو اُنھیں مسلمانوں نے مار ڈالا بعض آدمی مطیع ہو کر میسور کے مسلمانوں کی حفاظت میں چلے گئے۔ اس تباہی میں فرنگیوں کی بڑی بڑی توپیں سامری کے ہاتھ آگئیں۔

۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء یا ۹۳۸ھ / ۱۵۳۱ء میں سامری کی رعایا نے تیس ۳۰ کشتیاں لے کر تجارت کی غرض سے جزرات کا سفر کیا۔ اِن کشتیوں میں ملیبار کے بعض اکابر بھی موجود تھے۔ مثلاً علی ابراہیم مرکار اور اُن کے پھوپی زاد بھائی کت ابراہیم مرکار وغیرہ اس جماعت کی بعض کشتیاں جو جاری و سورت میں اور بعض بھروچ میں داخل ہوئیں فرنگیوں نے بہت سی چھوٹی بڑی کشتیاں ساتھ لے کر اُن کے گرفتار کرنے کا قصد کیا اور جو جاری و سورت کی نہر میں داخل ہو کر ان کشتیوں پر

قبضہ کرلیا لیکن بہر وچ کے پہونچنے والے اُن کی دست برد سے محفوظ رہ گئے۔ اس واقعہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے فرنگیوں نے اُن کشتیوں پر بھی قبضہ کرلیا تھا جن کو سلطان بہادر شاہ گجراتی نے اُن کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار و مہیّا کیا تھا اُن حوادث نے مسلمانوں کی بحری قوّت کو کمزور کردیا اور وہ بہت جلد بے مایہ ہو گئے۔

فصل پنجم

فرنگیوں کا شالیات میں قلعہ تعمیر کرنا اور اُن کے ساتھ سامری کی دوسری بار مصالحت

فرنگیوں سے ایک بڑے آدمی نے (جو مکاری، حیلہ سازی اور دھوکا دہی میں اپنا آپ نظیر تھا) کشتی سے براہ خشکی اس بہانہ سے نکلا کہ وہ سامری کے ساتھ مصالحت کرنا چاہتا ہے اِس کو مسلمانوں کے بعض بڑے تاجروں کے ساتھ بھی راہ و رسم تھی اس لیے یہ شخص پہلے فنان میں اور اس کے بعد تانور کے حاکم کے یہاں پہونچا اور اُس کے یہاں بیٹھ کر اُس کی معرفت سامری سے صلح کرلی۔

سامری جس نے قلعۂ کالی کوٹ کو فتح کیا تھا کم زور و کم سمجھ آدمی تھا اور ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا۔ اِس کا بھائی بنیاذر جو اُس کی موت کے بعد اس کا جانشین ہونے والا تھا۔ نہایت تنومند اور جرأت و ہمت والا تھا۔ اور اپنی قوم کی عادت کے خلاف اپنے بھائی کا مطیع و فرمان بردار بھی نہ تھا اِس لیے تانور کے رئیس اور سامری کے دوستوں کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ سامری کے بعد اُس کے تخت و تاج کا کس کو مالک قرار دیا جائے۔ یہ امر اس لیے اور بھی زیادہ اہمیت حاصل کرچکا تھا کہ اہل فرنگ شالیات میں قلعہ تعمیر کرنا چاہتے تھے جو سامری کے لشکر اور مسافروں کے آمد و رفت کا مقام تھا اور اس سے یہ منشا تھا کہ کالی کوٹ سے برّ العرب تک ذرائع سفر مسدود ہو جائیں کیوں کہ شالیات اور کالی کوٹ کے مابین دو فرسخ سے بھی کم مسافت ہے۔ باوجود

سفر کیا کرتے تھے لیکن اس دفعہ ان کی کشتیاں بغیر پروانوں کے زنجبیل اور سیاہ مرچ لے کر تجارت کی غرض سے جدہ میں پہونچیں تو فرنگیوں نے اس طرح سے اس کا بدلہ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگیوں کو کسی بات پر اس قدر غصہ نہیں آتا تھا جس قدر زنجبیل اور سیاہ مرچ کی تجارت کے باعث غصہ آتا تھا۔ اور خصوصاً ان چیزوں کی تجارت جب جدہ میں کی جائے تو ان کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہتی تھی۔

یہ حال جب سامری کو معلوم ہوا تو اُس نے کشتی کے رئیس اور فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور کدن کلور میں آکر چند روز مقیم رہنے کے بعد پھر واپس چلا گیا۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر فرنگیوں نے اس مقام پر بھی ایک قلعہ تعمیر کر لیا اور اس کے تعمیر ہونے سے سامری اور فرنگیوں کے درمیان ایک عظیم الشان آڑ واقع ہو گئی۔

اس کے بعد علی ابراہیم مرکائر۔ فقیہ احمد مرکائر اور اُن کے بھائی کنج علی مرکائر نے بیالیس کشتیاں لے کر قائل کی جانب رخ کیا۔ اور بیتالہ میں پہونچ کر کشتیاں ساحل پر چھوڑ دیں اور بستی آکر کئی روز تک فساد مچاتے رہے۔ اس اثنار میں فرنگی بھی اپنی کشتیوں میں سوار ہو کر آ پہونچے۔ دونوں میں لڑائی ہوئی فرنگیوں کی تمام کشتیاں گرفتار کر لیں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء کے اخیر شعبان میں فرنگیوں کا یہ مقام بھی فتح کر لیا اور جو لوگ قتل و غارت سے بچ گئے اُنھوں نے بیتالہ سے ملیبار کا رُخ کیا اور تلا بنیظ میں آکر مقیم ہوئے۔ اثناء راہ میں علی ابراہیم مرکائر کا انتقال ہو گیا۔

اسی سال ماہ شوال کی پندرہویں کو فرنگیوں نے کابکات کے چند باشندوں کی کشتیاں گرفتار کر لیں۔ یہ مقام کنور کے مقابل واقع ہے۔

فصل ہشتم

سلیمان باشا کی آمد دیو اور اُس کے مضافات میں

اسی سال سلیمان باشا نے جو سلطان سلیمان کا وزیر تھا بڑی تیاری کے ساتھ

تقریباً سو کشتیوں اور زور توں کو ساتھ لے کر عدن پر حملہ آور ہوا اور یہاں کے حاکم سلطان عامر بن داؤد اور اس کے امراء کو قتل کر کے عدن پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد جزرات کی جانب آکر دیو پر یورش کی اور بڑے بڑے شاہی توپوں سے گولہ مار کر اکثر قلعے مسمار کر دیے اس کے بعد مصر کی جانب واپس ہوا اور وہاں سے روم کی جانب چلا گیا۔ فرنگیوں نے اپنے قلعوں کی پھر مرمت کرلی اور ملک کا خاطر خواہ انتظام کیا۔

علی ابراہیم مرکائر کی وفات سے ایک سال بعد فقیہ احمد مرکائر اور اُن کے بھائی کنج علی مرکائر نے گیارہ کشتیاں لے کر سیلان کی جانب کوچ کیا۔ راستہ میں فرنگیوں نے روک لیا۔ اُن کی اکثر کشتیاں چھین لیں لڑائی میں بہت سے مسلمان مارے گئے جو بچ رہے تھے۔ اُنھوں نے احمد اور علی کے ساتھ حاکم سیلان کے یہاں پناہ لی۔ لیکن اُنھیں دھوکہ دے کر ان لوگوں کو مار ڈالا۔

فصل نہم

فرنگیوں کا سامری کے ساتھ چوتھی مرتبہ صلح کرنا۔

فرنگی صلح کے لیے جب سامری کے یہاں آئے تو اُس نے اُن کی درخواست قبول کرلی سامری اُس وقت فنان میں مقیم تھا۔ صلح کے وقت تانور اور یہ کد نکلور کے سردار بھی حاضر تھے ان دونوں نے اس بارے میں بہت کوشش کی تھی۔ یہ صلح ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء کے ماہ شعبان میں تکمیل پائی اس کے بعد سامری کی رعایا نے اپنی کشتیوں میں سوار ہوکر بے خوف و خطر دریا میں سفر کرنا شروع کر دیا۔

۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں شعبان کی اٹھائیسویں تاریخ فرنگیوں نے کنور کے سردار ابوبکر علی اور اُس کے خسر کنج صوفی کو قتل کر ڈالا۔ اِن میں سے پہلا علی آذراجا کا ماموں اور دوسرا اُس کا باپ تھا۔ اس واقعہ کے باعث کنور میں چند روز لڑائی رہی۔ مگر بعد میں پھر صلح ہوگئی۔

رئیس تانور جب بہت کم زور ہوگیا تو دونوں میں صلح ہوگئی اور فنان کے قریب کی اراضی اور ایک جزیرہ جو شالیات کے قریب تھا رئیس تانور نے سامری کو بطور تاوان دے دیا۔ یہ صلح اُس فرنگی کے توسط سے ہوئی تھی جو کشتی سے قلعہ تعمیر کرنے کے لیے شالیات میں آیا ہوا تھا۔

اس صلح کے بعد خواجہ حسین سنجقدار رومی اور گنج علی مرکائر جو احمد مرکائر فقیہ کے بھائی تھے سلطان بہادر شاہ کے یہاں سے بیش قیمت تحف و تحائف لے کر سامری کے یہاں آئے۔ غرض اُن کی یہ تھی کہ ملیبار کے مسلمانوں کو فرنگیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے جزرات کی جانب لے جائیں۔ لیکن یہ ارادہ تکمیل نہیں پا یا ہ ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء کی سولہویں ربیع الاول کو کالی کوٹ میں داخل ہوئے تھے۔

فصل ہفتم

سلطان بہادر شاہ کا فرنگیوں کے ساتھ صلح کرنا اور اُنھیں کئی بندرگاہوں کا عطا فرمانا۔

اسی سال کے اخیر ایام میں ہمایوں بادشاہ بن بابر بادشاہ نے ملک دہلی پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد جزرات کی جانب رخ کیا اور بعض شہروں کو تباہ و تاراج کر ڈالا۔ بہادر شاہ کو جب شکست ہوئی تو اُس نے فرنگیوں سے مدد چاہی یہ لوگ موقع کے منتظر تھے۔ نہایت سرعت کے ساتھ اُس کے یہاں پہونچ گئے۔ اور دونوں میں اتّفاق و اتّحاد ہوگیا۔ بہادر شاہ نے اپنے علاقہ کے بعض بندرگاہ مثلاً بسی و دمن وغیرہ فرنگیوں کے حوالہ کر دیے۔ انھوں نے نہ صرف بندرگاہوں پر قبضہ کیا بلکہ اُن کے اطراف کے اراضی اور قرب و جوار کے شہروں کو بھی اپنے حدود میں شامل کر لیا۔ بہادر شاہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بندرگاہ دیو بھی اُن کو تفویض کر دیا اور یہاں کی حکومت بھی اُن کے حوالہ کر دی اور اُن کے لیے محاصل میں بھی نصف

مقرر کردیے اِن تمام باتوں سے فرنگیوں کو جزرات میں خوب فائدہ پہونچا اور وہاں اُن کے
کاروبار کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اہلِ فرنگ اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے مدّت
سے کوشاں تھے کئی بار اس کے اطراف میں آکر بے نیل مرام واپس ہوگئے تھے جب
یہ مقام بغیر زحمت اُن کو مل گیا اور یہاں اُنھوں نے اپنا قدم جما کر اس قدر قوّت حاصل
کرلی تو سلطان بہادر شاہ کو قتل کر ڈالا اور اُس کے کالبد کو دریا میں بہا کر مچھلیوں کی
غذا بنا دیا۔ یہ واقعہ ۳ رمضان ۹۴۳ھ ۱۵۳۶ء کا ہے[1]۔

بہادر شاہ کی شہادت کے بعد دیو میں فرنگیوں کو استقلال حاصل ہوگیا اور اُنھوں نے
اِس علاقہ میں خوب زور و قوّت پیدا کرلی۔

۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں فرنگیوں کی جماعت پرونور میں اُتری اور اُنھوں نے کتی ابراہیم
مرکائر ابن عم علی ابراہیم مرکار اور اس کے رفیقوں کو قتل کر ڈالا اور شہر میں آگ لگادی۔
وجہ اس کی یہ تھی کہ تانور اور پرونورہ کے باشندے ہمیشہ فرنگیوں سے پروانہ لے کر

---

[1] مورخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں نے جب گجرات پر غلبہ پایا تو سلطان بہادر شاہ نے مجبور ہو کر گوا کے فرنگیوں سے امداد طلب کی تھی اور اُسے یقین تھا کہ یہ لوگ آکر گجرات کے خالی مقامات پر ضرور متصرف ہو جائیں گے اور سلطان نے اس امر کی کوشش شروع کی کہ جس طرح بھی ممکن ہو فرنگیوں کو ملک میں آنے سے باز رکھے۔ تاہم پانچ ہزار فرنگی کشتیوں میں سوار ہو کر بندر دیو میں آ پہونچے۔ جب یہ حال سلطان کو معلوم ہوا تو اُس نے فرنگیوں کے سردار کو اپنے یہاں طلب کیا۔ فرنگی سلطان بہادر کے استقلال اور ہمایوں بادشاہ کی مراجعت کا حال سُن کر اپنے آنے سے سخت پشیمان ہوئے۔ لیکن آپس میں اتفاق کرلیا کہ جس طرح بھی بن پڑے دیو پر قبضہ کرلینا چاہیے۔ سلطان بہادر نے جب اِن کے سردار کو طلب کیا تو اُس نے بیماری کا عذر کیا اور چلنے پھرنے سے مجبوری ظاہر کی۔ اس پر سلطان فرنگی سردار سے ملنے کے لئے چند ہمراہیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر خود روانہ ہوا۔ اُس مقام پر پہونچا جہاں فرنگیوں کی کشتیاں لنگر انداز تھیں۔ سلطان اپنی کشتی سے فرنگیوں کی کشتی میں چلا آیا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ فرنگیوں کا ارادہ فاسد ہے تو پھر اپنی کشتی میں واپس ہونے لگا۔ فرنگیوں نے نہایت چالاکی سے اپنی کشتی ہٹالی جس کی وجہ سے وہ کشتی پر نہ پہونچ سکا۔ دریا میں گر پڑا۔ جب غوطہ مار کر سر نکالا تو ایک فرنگی نے اس کے سر پر نیزہ مارا جس کے ضرب سے مجروح ہو کر ایسا غوطہ کھایا کہ دوسری مرتبہ دریا سے سر نہ نکالا (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۲۴)

اس کے سامری نے بعض معززین کی رائے سے اتفاق کرکے فرنگیوں کو یہاں قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔

۹۳۸ھ / ۱۵۳۱ء کے ربیع الآخر میں اہل فرنگ ایک بڑی کشتی میں سوار ہوکر کمال تیاری کے ساتھ آلات تعمیر وغیرہ کو ہمراہ لے کر پھر شالیات میں داخل ہوئے اور وہاں ایک مستحکم قلعہ کی بنیاد ڈالی اور وہاں کی قدیم مسجد کو منہدم کردیا۔ یہ وہی مسجد تھی جس کو مسلمانوں نے پہلے پہل ملیبار میں آنے کے وقت تعمیر کیا تھا۔ اور اس کا ذکر دیگر مساجد کے ساتھ اوپر گزر چکا ہے۔ اس مسجد کے پتھر وغیرہ قلعہ اور گرجا کی تعمیر میں صرف کرنے لگے۔ مسلمانوں نے جب اس کی شکایت فرنگیوں کے افسر سے کی تو ایک جماعت کے ساتھ پتھر اور چونا لے کر آیا اور مسجد کی مرمت کردی اس واقعہ سے مسلمان بہت مسرور ہوئے اور خدائے تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ لیکن دوسرے دن فرنگیوں کا ایک جم غفیر اس مسجد کے اطراف میں جمع ہوگیا اور اسے اس طرح منہدم کردیا کہ بنیاد زمین کے برابر ہوگئی اور نشان تک باقی نہ رہا۔ مسلمانوں نے جب اس کی شکایت رئیس شہر سے کی تو اس نے مسلمانوں کو اس کی قیمت دینی چاہی۔ اس پر مسلمانوں کو بے حد رنج و ملال ہوا۔ اور وہ ایک چھوٹی سی مسجد میں جو یہاں سے فاصلہ پر واقع تھی نماز ادا کرنے لگے۔ فرنگیوں کی ظلم و زیادتی اسی پر ختم نہیں ہوئی بلکہ انھوں نے مسلمانوں کی قبروں کو کھود ڈالا اور ان کے پتھروں سے قلعہ کی تعمیر میں کام لیا۔

اس قلعہ کے تکمیل پانے سے پہلے سامری کا انتقال ہوگیا اور اس کا بھائی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے مالک تخت و تاج قرار پایا۔ اس تاریخ سے فرنگیوں و سامری کی صلح بھی ختم ہوگئی۔ شالیات کے رئیس نے جدید سامری سے لڑائی شروع کردی اور اس کے شہروں کو لوٹ مار کر تباہ کر ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کے قریب پہونچ گیا اور ایسے شرائط پر صلح کی جن سے ہوشیاری نمایاں تھی۔

اسی سال امیر مصطفےٰ رومی مخا سے روانہ ہوکر جزرات کے مقام دیو میں پہونچا اور بڑی بڑی توپیں اور بہت سامان بھی اپنے ساتھ لایا۔ دیو میں سلطان

بہادر شاہ کی جانب سے ملک توغن بن ملک ایاس حکمران تھا۔ فرنگیوں نے اس سے دیو کے چھیننے کا ارادہ کیا اور جب لڑائی ہوئی تو امیر مصطفےٰ[1] نے اُن پر بڑی توپوں سے خوب گولے برسائے جس کے باعث فرنگیوں نے شکست پائی اور وہاں سے خائف و ذلیل ہو کر ناکام واپس ہوئے[1]۔

فصل ششم

فرنگیوں کا سامری کے ساتھ تیسری بار مصالحت کرنا

یہ صلح ۹۴۰ھ؁ ۱۵۳۳ء؁ میں واقع ہوئی ہے۔ سامری نے جن شرائط پر صلح کی تھی منجملہ اُن کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ سامری کی چار کشتیوں کو ہر سال کالی کوٹ سے برالعرب تک جانے کی اجازت دی جائے۔

اِسی زمانہ میں سامری کی کشتیاں برالعرب کی جانب روانہ ہوئیں اور سامری کی رعایا فرنگیوں سے پروانۂ راہ داری لے کر تمام شہروں پر سفر کرنے لگے اس اثنا میں رئیس تانور کے ساتھ سامری کی لڑائی ہو گئی۔ طرفین میں خوب معرکے ہوئے

---

[1] مؤرخ فرشتہ اور سکندر منجھو کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ مصطفےٰ خاں رومی رومیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بغرض تجارت گجرات میں آکر بندر دیو میں مقیم ہوا۔ ۲۰ محرم ۹۳۷ھ؁ کو سلطان بہادر شاہ بطور سیر بندر دیو میں تشریف لایا اور ان رومی تجار کی حالت سے واقف ہو کر سکونت کے لیے بندر دیو مقرر کر دیا۔ اسی زمانہ میں ملک طوغان بن ملک ایاز کو یہاں کی حکومت عنایت کی اور بنادر گجرات کا امیر البحر مقرر کر دیا (مرآۃ سکندری ص ۲۱۸ و ص ۲۲۴ و تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۲۱۷)

۹۳۸ھ میں بتاریخ ۱۶ صفر سلطان بہادر شاہ محمد آباد چنپانیر میں وارد ہوا۔ اُس کے چند روز بعد معلوم ہوا کہ فرنگی بہت سے جہاز لے کر دیو پر قبضہ کرنے کے لیے آئے ہیں اس خبر کے سنتے ہی سلطان شب و روز یلغار کرتا ہوا کنبایت پہونچا اور جب سلطان کے آنے کی خبر فرنگیوں کو معلوم ہوئی تو دیو سے بغیر کسی لڑائی کے فرار ہو گئے (مرآۃ سکندری ص ۲۳۴)

فصلِ دہم

سامری اور فرنگیوں کے درمیان مخالفت پیدا ہونا

۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء کے اوائل محرم میں سامری اور ایک ملیباری سردار کے درمیان اتفاق ہوگیا یہ سردار کُشی کے رئیس کا ممد و مددگار تھا اور اس کی حکومت کُشی کے جنوب میں واقع تھی۔ فرنگی اس کو 'صاحب فلفل' کہا کرتے تھے کیوں کہ یہ بہت سے شہروں سے لاکر سیاہ مرچ جمع کیا کرتا۔ یہ سردار جب سامری کا معین و مددگار ہوگیا تو اس نے اپنی ریاست سامری کے حوالہ کردی اور التماس کیا کہ سامری اُس کو اپنا چوتھا جانشین قرار دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سامری اور اُس کے دو جانشین سامریوں کی وفات کے بعد یہ شخص سامری کے تخت و تاج کا مالک ہو۔ سامری نے اہل ملیبار کی عادت کے موافق سردار کی یہ خواہش منظور کرلی۔ اس قرارداد کے بعد صاحب الفلفل جب اپنے شہر میں داخل ہوا تو کُشی کے رئیس اور فرنگیوں نے متحد ہوکر اس پر حملہ کردیا۔ طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ یہاں تک کہ صاحب فلفل جل کر مرگیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الاوّل کا ہے۔

اس واقعہ کی اطلاع جب سامری کو ہوئی تو اُس نے بلا توقف کالی کوٹ سے کوچ کیا اور نہایت تیزی کے ساتھ صاحب فلفل کے شہر تک پہونچ گیا۔ کُشی کے رئیس اور فرنگیوں سے لڑائی ہوئی۔ اگرچہ سامری نے لڑائی میں زرِ کثیر صرف کیا لیکن ناکام واپس ہونا پڑا۔ یہ واقعہ جمادی الآخر کی آٹھویں تاریخ کا ہے۔

صاحب فلفل کی فوج سے ایک کثیر جماعت باوجود اس کے کہ اُن کے اور دشمن کے درمیان سمندر حائل تھا۔ سرحد کُشی میں داخل ہوگئی اور شہر کی بہت سے عمارات کو آگ لگادی۔ جس کے باعث کُشی کے باشندوں کو بہت بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑا یہ حرکت اُن لوگوں نے اس لیے کی کہ اُن کا سردار کُشی کے رئیس اور فرنگیوں

کی لڑائی میں مارا گیا تھا اور یہ بھی امر ساموری اور فرنگیوں میں مخالفت پیدا ہونے کا باعث ہوا تھا۔

مدافعت کے لیے فرنگی بڑی تیاری کے ساتھ بندر گوا سے نکلے سب سے پہلے ترکوڈ میں اُتر کر وہاں کے مکانوں دوکانوں اور جامع مسجد کو آگ لگا دی۔ یہ واقعہ شنبہ کی صبح شوال کی دسویں تاریخ کو ہوا ہے۔ اس کے بعد دوسرے دن یہ لوگ فندرینہ میں پہونچے وہاں بھی اُنھوں نے مکانوں اور اُس جامع مسجد کو جلا دیا جو ملیبار میں سب سے پہلے تعمیر کی گئی تھی۔ پنج شنبہ کی صبح یہ لوگ فنان میں نازل ہوئے۔ یہاں بھی بہت سے مکان اور چار مسجدوں کو جلا دیا۔ اِن میں ایک بڑی جامع مسجد بھی تھی۔ اِن تینوں شہروں میں مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت شہید ہو گئی۔

سنہ ۹۶۰ھ میں جمادی الثانی کے اخیر ایام میں رئیس علی رومی کے وفات پانے کی خبر وصول ہوئی۔ یہ رئیس مقام کوکر میں فرنگیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوا اور اُس کی ساری کشتیاں فرنگیوں کے قبضہ میں آگئیں۔ اس رئیس نے کچھ عرصہ پہلے فرنگیوں کی چند کشتیاں گرفتار کر لی تھیں اور فن قایل نامی ایک قریہ میں جو قایل کے قریب واقع ہے نازل ہوا تھا۔ اس جگہ فرنگی رہا کرتے تھے۔ دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ رئیس نے فرنگیوں کو شکست دی اور اُن کے شہر کو تباہ و تاراج کر دیا۔

سنہ ۹۶۰ھ کے ماہ رجب میں یوسف ترکی نے غیر موسم میں دیو محل سے فنان کی جانب سفر کیا اور بڑی بڑی توپوں سے کام لے کر فرنگیوں کے قبضہ سے شہر چھین لیا۔

فصل یازدہم

ساموری اور فرنگیوں کے مابین پانچویں دفعہ صلح ہونا

فرنگیوں کی کامیابی برابر جاری رہی مسلمانوں کی کمزوری اور غربت روز بروز زیادہ ہوتی گئی۔ ساموری نے بھی ان سے صلح کر لی اور اُس کی رعایا نے دوسرے

لوگوں کے مانند فرنگیوں سے پروانے لے کر سمندر میں سفر کرنا شروع کر دیا۔ یہ صلح ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء کے اوائل محرم میں یا اس سے پہلے ۹۶۰ھ کے بعد واقع ہوئی تھی۔

کنور، درفتن اور اس کے قرب و جوار میں جو مسلمان رہتے تھے اُن کے ساتھ فرنگیوں کی مخالفت تھی۔ اور یہ مخالفت کم و بیش دو سال سے چلی آ رہی تھی لیکن اُنھوں نے بھی اسی زمانہ میں صلح کر لی۔ اور فرنگیوں سے پروانے لے کر سفر کرنے لگے۔

مخالفت کے زمانہ میں علی اذار اجا نے فرنگیوں کے خلاف بہت جدّ و جہد کی تھی اور جہاد کے لیے زرِ کثیر بے دریغ صرف کیا تھا۔ مگر کولری کے سردار اور اُن کی رعیت اس کی ہم خیال نہ تھی۔ انہیں ایّام میں فرنگیوں نے جزائرِ ملیبار[ط] کی جانب رُخ کیا جو اذار اجا کے قبضہ میں تھے اور اس سفر سے ان کا مقصد راجا کو ذلیل و رسوا کرنا تھا۔ یہاں تک کہ فرنگی جزیرۂ امینی میں اُترے اور وہاں کے باشندوں کی جماعت کثیر کو تہ تیغ کیا اور چار سو سے زیادہ عورتوں اور مردوں کو سولی دی اور اُن کے یہاں جو مال و متاع تھا اُسے لوٹ لیا۔ مکانوں اور مساجد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اہل فرنگ امینی میں داخل ہونے سے پہلے شیتلاکم میں پہونچے وہاں کے بعض آدمیوں کو قتل کیا اور بعض کو سولی دی۔ ان جزیروں کے باشندے اس حملہ سے بالکل غافل تھے۔ ان کے پاس نہ تو ہتھیار تھے اور نہ اُن میں کا کوئی شخص فنِ حرب سے واقف تھا۔ باوجود اس کے ان لوگوں نے مدافعت کے اسباب تلاش کر لیے۔ دشمن کو مٹّی اور پتھر سے لکڑی کے کندوں سے شمشیر کا کام لیا۔ یہاں تک کہ لڑتے ہوئے جانیں دے دیں۔ ان مرنے والوں میں ایک عورت اور شہر کا قاضی

ط جزائرِ ملیبار سے لکادیپ کے جزیرے مراد ہیں۔ ان کی تعداد سو سے زیادہ ہے ان میں سب سے بڑا جزیرہ امینی ہے اور اسے اہل یورپ میں سب سے پہلے ملیبار میں آتے ہوئے واسکو دی گاما نے ۱۴۹۹ء میں دریافت کیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے برِ عرب اور سواحل فارس کے مسلمان جہازراں ان جزیروں سے خوب واقف تھے اور اُن کے جو جہاز فارس یا عرب کے سواحل سے چین کی جانب روانہ ہوتے تو راستہ میں ان جزیروں میں ضرور قیام ہوا کرتا تھا۔ عرب جغرافیہ نویسوں نے ان جزائر اور نیز مالدیپ کے جزائر کا نام دیبۃ المحل لکھا ہے۔ ان کے بعد دورانِ سفر میں جانب مشرق جو جزیرے چین تک ملتے ہیں وہ زیر باد کہلاتے ہیں ۱۲

بھی تھا۔ یہ قاضی بہت بڑا فاضل اور صالح عمر رسیدہ شخص تھا۔

شنیلاکم سے ملے ہوئے بہت سے جزائر ہیں۔ لیکن ان میں سے بڑے اور شہری حیثیت رکھنے والے صرف پانچ ہیں۔ امینی۔ کوردیب۔ اندر۔ کلفتی۔ ملکی۔ چھوٹے جزیروں میں آبادی کے لحاظ سے کنجلا اور شنیلاکم ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو جب اپنے بندوں کی آزمائش منظور ہوئی تو اس نے فرنگیوں کو خوب ترقی دی اور انھیں بہت سے بندرگاہوں پر مسلط کر دیا۔ مثلاً بنادر مالابار۔ جزرات کنکن وغیرہ۔ اِن لوگوں نے اپنی حکمت عملی سے خوب غلبہ حاصل کر لیا اور اکثر شہروں میں ان کی رائے کو اثر اور وقعت پیدا ہو گئی۔ اسی زمانہ میں انھوں نے ہرموز۔ مسقط۔ دیو محل۔ شمطرہ۔ ملایا۔ ملوکو۔ میلاپور۔ ناگ فتن۔ شول۔ مندل کے بندرگاہوں اور سیلان کے مختلف مقامات پر قلعے تعمیر کیے حتیٰ کہ چین تک پہونچ گئے۔ اور ان تمام بندرگاہوں کی تجارت انھیں کے ساتھ مختص ہو گئی۔ مسلمان تاجر ان بندرگاہوں میں نہایت ذلت کے ساتھ بسر کرنے لگے اور ان کی تجارت برباد ہو گئی۔ یہ لوگ صرف اُن چیزوں کی تجارت کر سکتے تھے جن سے فرنگیوں کو رغبت نہیں تھی جن چیزوں میں زیادہ نفع تھا اُن کی تجارت کو فرنگیوں نے اپنے سے مخصوص کر لیا تھا۔ چنانچہ مسلمان تاجر زنجبیل اور کالی مرچ کی تجارت سے ابتدا ہی میں روک دیے گئے تھے۔ اس کے بعد قرفہ قرنفل اور بسباسہ کی تجارت بھی فرنگیوں نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور مسلمانوں کو برعرب۔ ملاقہ۔ آشی وغیرہ کی جانب سفر کرنے سے منع کر دیا۔ پس مالابار میں مسلمانوں کے لیے فوفل ناریل اور کپڑے کی تجارت کے سوا اور دوسری تجارت باقی نہیں رہی اور ان کا سفر جزائر کنکن۔ شول۔ منڈل اور قایل کے اطراف تک محدود کر دیا گیا۔

فرنگیوں نے ہنور۔ باسلور اور منجلور میں بھی قلعے تعمیر کیے تھے تاکہ ملیبار میں چاول کی درآمد کو روک دیں۔ کیوں کہ ان مقامات سے چاول ملیبار اور گوا میں آتے اور یہاں سے برالعرب کی طرف روانہ کیے جاتے تھے۔

اہل فرنگ ملیبار میں تمام مقامات پر چھا گئے۔ ان کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بندرگاہوں کے باشندے ان کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ ملک میں ہر طرف ان کا حکم

نافذ ہوگیا۔ ان کی تجارت روز بروز ترقی پانے لگی۔ ان کی کشتیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوگئی۔ بحری سفر ان کی حفاظت اور پروانہ راہ داری کے بغیر ناممکن ہوگیا۔ مسلمان تجار بھی مجبور ہو کر ان ہی کی کشتیوں میں تجارت کرنے لگے۔

فرنگیوں نے جو قلعے بنائے تھے ان کو فتح کرنے کا ارادہ سب سے پہلے سلطان علی آشی نے کیا۔ اس نے شمطرہ کے قلعہ پر قبضہ کیا اور اُسے دار الاسلام بنایا۔ اس کے بعد سامری نے کالیکوٹ اور شالیات کے دو نامی گرامی قلعے فرنگیوں سے لے لیے۔ سیلان میں اُنھوں نے جس قدر قلعے تعمیر کیے تھے۔ اُن پر بھی وہاں کے حاکم نے قبضہ کرلیا۔ اس طرح پر بہت سے قلعے تھوڑے ہی عرصہ میں فرنگیوں کے ہاتھ سے نکل گئے لیکن قوت میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور وہ حسب سابق مستحکم و ذی اقتدار بنے رہے۔

اہل فرنگ ابتدائی زمانہ میں اپنی امان اور پروانہ جات راہ داری کی بے حد رعایت رکھتے تھے اور جس کشتی میں ان کا اجازت نامہ موجود ہوتا تو اُس کشتی کے آدمیوں کو کبھی ایذا نہیں پہونچاتے تھے۔ لیکن ۹۶۶ھ کے قریب اُنھوں نے اپنا یہ طرز عمل تبدیل کر دیا۔ سفر کرنے والے جس وقت سفر پر روانہ ہوتے تو یہ لوگ پروانۂ راہ داری دے دیتے۔ لیکن جب موقع پاتے تو کشتی کو گرفتار کرلیتے اور اُس کا مال و اسباب لوٹ لیتے۔ اگر کشتی میں کوئی مسلمان مل جاتا تو اُسے انواع و اقسام کی تکالیف دے کر مار ڈالتے۔ بعض وقت رسّی سے باندھ کر یا جال میں پھانس کر دریا میں ڈال دیا کرتے تھے۔

اِسی سنہ میں یا اِس سے کچھ عرصہ قبل بندر گوا میں حبش کے مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو فرنگیوں نے گرفتار کرلیا اور اُن پر نصرانیت لازم کردی اور اس قدر تکلیفیں پہونچائیں کہ اکثروں نے مجبور ہو کر بظاہر نصرانی مذہب کو قبول کرلیا اور وہاں سے اپنے مال و اسباب کو لے کر نکلے اور دوسرے شہروں میں آکر دوبارہ مسلمان ہوگئے۔ اسی زمانہ میں ایک حبشی عورت نے نصرانی مذہب قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اس پر اس قدر جبر و تشدد کیا گیا کہ اُس کی تاب نہ لاسکی اور جاں بحق ہوگئی۔

فصل دوازدہم

سامری اور فرنگیوں کے درمیان مخالفت پیدا ہونا اور دونوں کی کشتیوں کا لڑائی کے لیے سمندر میں نکلنا

جب اہلِ فرنگ کی ظلم و زیادتیاں حد سے گزر گئیں اور اہلِ ملیبار بحری سفر سے روک دیے گئے اور اس سے نجات پانے کے لیے کوئی تدبیر باقی نہ رہی تو اس نازک حالت کو رفع کرنے کے لیے بدفتن۔ ترکوڈا اور فندرینہ وغیرہ کے مسلمانوں نے آپس میں قرارداد کر کے چھوٹی چھوٹی کشتیاں اور بہت سا سامانِ حرب مہیا کیا اور بے پروائنہ راہ داری لیے بغیر لڑائی کے ارادہ سے سمندر سے نکل آئے۔ طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ فرنگیوں کی تمام کشتیاں اور زورقوں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد سامری کی رعایا سے کانگاد کالی کوٹ کے جدید بندر اور فنان کے باشندوں نے لڑائی کا قصد کیا اور اُنھوں نے بھی بہت سے فرنگیوں کی کشتیوں کو گرفتار کر لیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ اِن معرکوں میں بہت سا مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور خدا تعالیٰ نے اُن کو ذلت و ناکامی کے بعد فتح و نصرت کے آثار دکھائے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے جزرات و لنگن کے کفار کی کشتیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب فرنگیوں کے لیے مشکل وقت تھا یہ لوگ بہت کم سفر کرنے لگے اور جب سفر پر نکلتے تو بہت ہی حفاظت کے ساتھ نکلتے اور کشتیوں اور زورقوں کے بیچ میں سفر کرتے تھے۔

غلبہ حاصل کرنے والوں کے لیے جب یہاں کے کافروں کا مال ختم ہو گیا تو اُنھوں نے ظلم و زیادتی سے مسلمانوں کے مال و دولت کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اکثر کشتی بان غریب تھے اور اِن کے یہاں مال و دولت ضرورت کے موافق نہ تھا اگر کافروں کا مال اُن کے ہاتھ آتا تو اُسے غنیمت سمجھتے ورنہ مسلمانوں کے مال سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے اور اتنا حاصل کر لیتے جتنا مال کہ اُنھوں نے خرچ کیا تھا

اور اس طرح پر اپنے نقصان کی تلافی کر لیتے تھے باوجود اس کے کہ انھوں نے نکلتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے اموال سے تعرض نہ کریں گے مگر جب کہ یہ مال اُن کے ہاتھ آیا تو اُنھوں نے اُسے واپس نہیں کیا۔ کیوں کہ اُن پر کوئی حاکم ایسا نہیں تھا کہ قوت سے حکومت کر سکتا شہروں میں حکام کی یہ حالت تھی کہ وہ اُن کے لوٹے ہوئے مال سے ایک معین قسط لے لیا کرتے تھے اور اُن میں سے کسی ایک کا تنہا منع کرنا فائدہ مند نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن ایسے اشخاص جو پابند تقویٰ ہوں اُنھیں ایسے افعال سے باز رکھ سکتے تھے۔ لیکن ملک میں اُن کا وجود بہت کم پایا جاتا تھا۔

۹۷۴ھ (۱۵۶۶ء) میں رمضان کے دوسرے عشرہ میں فنان و فندرینہ کے باشندے بارہ[12] کشتیاں لے کر سمندر میں آئے اور فرنگیوں کی بنگالہ سے آنے والی ایک تجارتی کشتی کو جس میں چاول اور شکر بھری ہوئی تھی جو فنان کی جانب جا رہی تھی گرفتار کر لیا۔

۹۷۶ھ (۱۵۶۸ء) کی آٹھویں جمادی الثانی کو شنبہ کے دن فنان و فندرینہ کے باشندے ستر (۷۰) کشتیوں میں سوار ہو کر فنان سے نکلے۔ اس جماعت میں ایک نامور شخص کت بو کر بھی شریک تھا۔ اِن لوگوں نے بہت بڑے جنگی تجارتی جہاز کو جو کشتی سے آ رہا تھا پکڑ لیا۔ اِس میں تقریباً ایک ہزار فرنگی شجاع۔ مرتدین اور غلام بڑی تیاری کے ساتھ شالیات کی جانب جا رہے تھے۔ دورانِ جنگ میں جہاز جل گیا۔ بڑی بڑی توپیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ فرنگی کے سو سے زیادہ شجاع اور امرا کو اسیر کر لیا۔ خدام اور غلاموں سے بعض ڈوب گئے اور بعض جل کر مر گئے۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی روز بعد مسلمان قایل کی جانب روانہ ہوئے اثنائے راہ میں فرنگیوں کی بائیس کشتیوں کو جن میں مرتدین اور چاول بھرے ہوئے تھے گرفتار کر لیا۔ یہاں سے قایل پہونچے اور اُس کے اطراف و اکناف میں شول منڈل سے آنے والی کشتیوں کو جن میں تین چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی تھیں پکڑ لیا اور اُن سب کو فنان میں لا کر یہاں کی نہر میں داخل کر دیا۔

۹۷۸ھ (۱۵۶۹ء) کی جمادی الثانی کے آخری عشرہ میں کت بو کر نہر منجلور میں چھ کشتیوں

کے ساتھ ایک شب داخل ہوا اور وہاں سے فرنگی قلعہ کے بڑے حصّہ کو اُس نے آگ لگا دی اور اُن کی ایک چھوٹی سی کشتی پر قبضہ کر کے صحیح وسالم اپنی کشتیوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا اور جب کنّور میں پہونچا تو قریباً پندرہ فرنگی کشتیوں سے مقابلہ ہوا۔ آپس میں خوب جنگ ہوئی اسی معرکہ میں کٹ بوکر نے شہادت پائی۔ اس کے جسم کا پتہ نہیں چلا اُن کشتیوں سے جو اُن کے ساتھ تھیں سوائے چند کے باقی سب تباہ ہوگئیں۔ یہی شخص تھا جو خلوص نیّت سے فرنگیوں کے ساتھ جنگ کیا کرتا تھا۔

کنّور کے رئیس علی ادا راجا نے جب مسلمانوں کے ضعف و پستی اور اُن کی تجارت مفقود ہو جانے پر غور کیا تو اس کی رگِ حمیت جوش میں آئی اور اُس نے سلطان الاعظم علی عادل شاہ کے پاس تحفہ و تحائف کے ہمراہ مکتوبات روانہ کئے۔ جن میں مسلمانانِ ملیبار کی خستہ حالت اور فرنگیوں کے ظلم وستم وغیرہ کی داستان تحریر تھی اور اُن سے استدعا کی گئی تھی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اُن بے کس مسلمانوں کو مصیبت سے نجات دلائیے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے بادشاہ کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ فرنگیوں کے پایۂ تخت گوا پر جو علی عادل شاہ کے جدِ اعلیٰ کی ملک تھا حملہ کی تیاری کرے حسن اتّفاق سے بیجانگر کی فتح اور وہاں کے راجہ کے مارے جانے کے بعد علی عادل شاہ اور نظام شاہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ گوا اور شیول کو فتح کیا جائے۔ چنانچہ ادا راجا کے مکتوب وصول ہونے پر علی عادل شاہ نے گوا پر حملہ کر دیا[1] فرنگیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی اور ان کی رسد روک دی۔ اسی دوران میں عادل شاہ نے سامری کے یہاں ایک مکتوب روانہ کیا اور اُس میں جنگ گوا کے حالات تحریر کئے اور اعانت طلب کی۔ یہ بھی ہدایت کی کہ فرنگیوں کی رسد روک دی جائے جس کے ساتھ اس نے اور اس کی رعایا نے سالہا سال سے جنگ وجدل کی ہے۔ عادل شاہ کا قاصد سامری کے پاس شالیات میں آیا۔ اس زمانہ میں سامری فرنگیوں کے ساتھ جنگ

---

[1] مورخ فرشتہ نے ۹۷۷ھ کے تحت میں لکھا ہے کہ اسی زمانہ میں علی عادل شاہ نے گوا سے فرنگیوں کا اخراج کیا اور اپنی بہت سی فوج برباد کی لیکن اُسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ جلد دوم ص ۴۲

ہیں مصروف تھا۔ نظام شاہ اور اُس کے وزرا نے شیول پر حملہ کر دیا[1]۔ بڑی بڑی توپوں سے
قلعہ کا حصار گرا دیا۔ نظام شاہ کو عادل شاہ کے متعلق سوءِ ظن نہ ہوتا اور فرنگیوں سے
لڑائی کرنے کو امرِ عظیم نہ سمجھتا تو اس مقام کو فتح کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ لیکن بعض وجوہات
کی بنا پر اُس نے سستی کی اور جنگ سے باز آ کر صلح کر لی۔ عادل شاہ گوا کو فتح کرنے
سے معذور تھا۔ کیوں کہ درمیان میں دریا حائل تھا اور خود گوا نہایت مضبوط اور مستحکم
مقام تھا جس میں متعدد قلعے تعمیر کئے گئے تھے اور جن کا فتح کرنا نہایت مشکل کام تھا
عادل شاہ کو دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ اس کے بعض وزراء نے فرنگیوں سے اس
امر کی سازش کر لی کہ عادل شاہ کو معزول کر کے اُس کی جگہ اُس کے عزیز کو جو فرنگیوں کے
پاس گوا میں موجود تھا بادشاہ بنائیں گے۔ عادل شاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ہراساں
ہو کر میدانِ جنگ سے پوشیدہ طور پر فرار ہو گیا اور جب اُسے اطمینان نصیب ہوا تو
اُن مفسدوں کو طلب کر کے قید کیا۔ تکلیفیں دیں اور اُن کی نعمتیں چھین لیں۔ اس کے بعد

---

[1] نظام شاہ سے مراد مرتضیٰ نظام ہے اس نے ۹۷۲ھ سے ۹۹۶ھ تک حکومت کی ہے۔ مورخ فرشتہ نے
اس حملہ کی کیفیت اس طرح لکھی ہے کہ فرنگیوں نے چیول کے جوار میں قلعہ ریوونڈہ پر متصرف ہو کر مسلمانوں
کو اذیت پہونچانا شروع کیا تو مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے امراء سے مشورہ کیا جن میں شاہ جمال الدین انجو
شاہ احمد مرتضیٰ خاں بھی شامل تھے۔ اور ۹۷۷ھ میں احمد نگر سے آ کر ریگ ونڈہ کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔
دو سال تک بے وقت لڑائی ہوتی رہی۔ اہل فرنگ قلعہ سے توپ کے ذریعہ آتش باری کرتے اس سے
مسلمانوں کو ہر وقت نقصان پہنچا کرتا تھا۔ بادشاہ کو جب فتح کی صورت نظر نہیں آئی تو اُس نے فرنگیوں کی رسد
روک دی۔ فرنگیوں نے پریشان ہو کر قلعہ خالی کر دینے کا ارادہ کیا لیکن امرائے نظام شاہی سے ساز باز ہو گیا فرہاد خاں
و اخلاص خاں حبشی کو رشوت دے کر روزانہ غروب آفتاب کے بعد سامان خور و نوش کے مہیا کرنے کا انتظام کر لیا۔
اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ فرنگی نہایت اطمینان کے ساتھ قلعہ میں محصور رہے۔ دو مسلمان سپاہیوں کی وجہ سے جو
قلعہ میں قید تھے جو بہ دشواری فرار ہو کر آئے تھے اس سازش کا حال بادشاہ کو معلوم ہوا اُس نے رنجیدہ ہو کر
محاصرہ اُٹھا لیا۔ احمد نگر میں واپس آ کر اخلاص خاں اور فرہاد خاں کو قید کر دیا۔
تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۱۳۳ تا ص ۱۳۵ منتخب اللباب جلد سوم ص ۲۰۸

عادل شاہ نے بعض ضروریات کے باعث فرنگیوں سے دوبارہ صلح کرلی۔ فرنگیوں نے اس فرصت سے فائدہ اٹھاکر گوا کو اس قدر مستحکم کرلیا کہ مخالف کا اندر داخل ہونا ناممکن ہوگیا۔ اس مہم میں ناکامی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ نظام شاہ اور عادل شاہ کے وزرار نے فرنگیوں سے رشوت لے کر محصورین تک رسد پہونچادی اور اُن کی ہرطرح سے امداد و اعانت کی تھی۔

فصل سیزدہم

قلعۂ شالیات کی لڑائی اور اُس کی فتح

فرنگیوں کے ظلم وستم اور مسلمانوں کے اُبھارنے سے سامری نے قلعہ شالیات کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اُس نے تجویز کی کہ گوا کی لڑائی کے دنوں ہی میں حملہ کردیا جائے تاکہ ان کے پاس امداد کے لیے جہاز وغیرہ نہ آسکیں سامری کا ارادہ جب مصمم ہوگیا تو اُس نے اپنے بعض وزرار کو اہل فنان کے ہمراہ جانب شالیات روانہ کیا۔ راستہ میں پرپوتور، تانور، پرپورنگاد وغیرہ کے باشندے اس لشکر کے ہمراہ ہوگئے۔ مسلمانوں کی یہ جماعت شب چہارشنبہ کو بتاریخ ۲۵ صفر ۹۷۹ھ شالیات میں داخل ہوئی اور صبح ہوتے ہی اُن میں اور فرنگیوں میں میدان جنگ گرم ہوگیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے بیرونی مکانات اور گرجا کو جلادیا۔ قلعہ برانیہ کو مسمار کردیا۔ تین مسلمان شہید ہوئے فرنگیوں کی ایک جماعت کام آئی۔ اس کے بعد فرنگیوں نے پتھر کے مضبوط قلعہ میں پناہ لی۔ اور وہاں استحکام کے ساتھ جم گئے۔ مسلمان اور سامری کے نایروں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس اثنار میں مختلف شہروں کے بکثرت مسلمان جہاد کے لیے یہاں پہنچ گئے قلعہ کے اطراف خندقیں کھودیں۔ محاصرہ کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محصورین کے پاس شاذونادر خفیہ طور پر رسد پہونچنے لگی۔ اس مہم میں سامری نے بہت کچھ مال ومتاع صرف کیا۔ جنگ کی ابتدا سے تقریباً دو ماہ بعد خود سامری

بہ نفسِ نفیس فنان سے شالیات پہونچا اور محاصرہ میں نہایت سختی سے کام لیا۔ حتیٰ کہ محصورین کا غلہ ختم ہو گیا اور اُن کو کتّے بلّی اور اسی قسم کی دوسری نجس و ناپاک اشیاء کھانی پڑیں محصورین غلام اور وہ لوگ جو حال میں عیسائی ہو گئے تھے قلتِ غذا سے پریشان ہو کر مسلمانوں سے اجازت لینے کے بعد قلعہ سے کبھی کبھی باہر نکلا کرتے تھے فرنگیوں نے کشتی اور کننور سے شالیات کو رسد بھیجی اور محصورین نے اس کے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اُن کو میسر نہ آسکی۔

ایّام محاصرہ میں محصورین نے سامری کے پاس صلح کا پیام روانہ کیا اور یہ شرط بھی پیش کی کہ بڑی بڑی قلعہ کی توپیں اور جو مال مسلمانوں کا اس جنگ میں صرف ہوا ہے اُس سے بہت زیادہ حوالہ کیا جائے گا۔ ان شرائط پر صلح کرنے کے لیے وزراء راضی ہو گئے۔ لیکن سامری نے قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ محصورین نے غذا نہ ہونے کے باعث مجبور ہو کر اس شرط پر قلعہ اور اُس کے اندرونی سامان کو سامری کے حوالے کر دیا کہ اُن کی جانوں کو امان دی جائے اور اُنھیں اُن کے لوگوں تک پہونچا دیا جائے۔

۱۶ جمادی الثانی کو بروز دوشنبہ شب کے وقت محصورین قلعہ سے باہر نکلے اور سامری نے حسب وعدہ رئیس تانور کے ہمراہی میں اُن کے مقام کو روانہ کر دیا۔ تانور کے رئیس نے بظاہر سامری کا ساتھ دیا مگر اندرونی طور پر فرنگیوں کا خیر خواہ تھا۔ اس لیے اُس نے محصورین کی ہر طرح سے مدد کی اور اُنھیں شہر تانور میں لا کر اپنے یہاں اُتارا اور بہت اچھا سلوک کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ نہایت ذلّت کی حالت میں کشتی پہونچے سامری نے قلعہ کے اندر کی تمام توپوں پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس مقام کو صحرا کا نمونہ بنا دیا۔ قلعہ کی لکڑیاں اور پتھر کالی کوٹ کو روانہ کر دئے اور اُس مسجد کی تعمیر کے لیے کام میں لایا گیا جس کو فرنگیوں نے قلعہ کی تعمیر کے وقت منہدم کر دیا تھا۔ قلعہ کی زمین حسب سابق رئیس شالیات کے حوالہ کر دی۔ سامری کے قلعہ فتح کرنے کے بعد گوا سے فرنگیوں کے جہاز اور کشتیاں امداد کے لیے پہونچیں لیکن وقت گزر چکا تھا اس لیے اُن کو نہایت حزن و ملال کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔

فصل چہاردہم

قلعۂ شالیات کی فتح کے بعد فرنگیوں کے

چند واقعات

قلعۂ شالیات کی فتح نے فرنگیوں کے دلوں میں سامری اور تمام مسلمانوں کے خلاف آتشِ غیظ و غضب کو بھڑکا دیا۔ اور وہ لوگ سامری کے شہروں کو تباہ کرنے اور فنان و شالیات میں ایک ایسا قلعہ تعمیر کرنے کی تجویز کرنے لگے جس سے سامری اور مسلمانوں کو ضرر پہنچے اور قلعہ شالیات کی تباہی کا بدلہ مل جائے۔ مگر یہ ارادہ ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) کے اختتام تک بھی پورا نہ ہو سکا۔ اس درمیان میں اہل فرنگ گاہے گاہے شالیات میں آتے اور بعض مکانوں اور دوکانوں کو آگ لگا دیا کرتے تھے۔

۲۲ شوال ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) کو اہل فرنگ بر پور لکادیں لنگر انداز ہو کر بر سر پیکار ہوئے اس ہنگامہ میں چار مسلمانوں نے شہادت پائی اور چار سے زیادہ فرنگی مارے گئے۔ فرنگیوں نے قلعہ شالیات کا حصار کرنے کے بعد بھی مسلمانوں سے صلح کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ جو لوگ جنگ میں کام آئے تھے اُن کا خوں بہا سامری اور تمام مسلمانوں سے طلب کرتے رہے۔ پھر ۹۸۵ھ (۱۵۷۸ء) میں مسلمانوں کی کشتیوں کو جو تلناد سے چاول لانے جا رہی تھیں پکڑ لیا اور اکثر مسلمانوں کو شہید کر ڈالا تقریباً تین ہزار مسلمانوں اور کشتی بانوں کو قید کر لیا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ کے لیے بھی نکلنے سے مجبور ہو گئے۔

اسی سال کے آغاز میں فرنگیوں نے جزرات کی اُن کشتیوں کو پکڑ لیا جو بندرگاہ سورت سے بندرگاہ جدّہ تک سفر کر کے واپس ہو رہی تھیں اُن میں چند کشتیاں سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ کی بھی تھیں اور اُن میں کثرت سے مال و اسباب تھا۔ اس وجہ سے فرنگیوں میں اور اکبر بادشاہ میں مخالفت ہو گئی۔ مال و اسباب چونکہ قیمتی تھا

اس لیے صلح کی غرض سے اس کا واپس کرنا فرنگیوں کے لیے آسان بات نہ تھی۔ اس پر اکبر بادشاہ نے اپنے بعض آدمیوں کو بندرگاہ عادل آباد کی نہر کی جانب روانہ کیا فرنگی اُن کو گرفتار کرنے کا ارادہ کر کے خود بھی اُن کے پیچھے پیچھے نہر میں داخل ہوئے لیکن جب اُنھیں گرفتار کرنے میں ناکامی ہوئی تو فرنگیوں نے تمام بندرگاہ اور اُن جہازوں اور کشتیوں کو آگ لگا دی جن کی حفاظت اور امان کے لیے انھوں نے پروانہ جات راہداری جاری کیے تھے پھر بندرگاہ قرافتن میں آگر اُسے نذرِ آتش[1] کر دیا۔ اس پر بندرگاہ دابل کے نائب نے فرنگیوں کے ڈیڑھ سو امیروں اور بہادر سپاہیوں کو دھوکے سے پکڑ کر اکثر کو تہِ تیغ کر دیا اور بعض کو عادل شاہ کے دربار میں بھیج دیا[2] عادل شاہ نے اُنھیں اپنے بعض وزراء اور اہل عسکر کی نگرانی میں محبوس رکھا۔ اِس کے بعد تحفہ و تحائف کے ہمراہ اذاراجا۔ سامری اور کولتری کے یہاں پیام روانہ کئے کہ گوا کی لڑائی میں اس کی مدد کریں اور فرنگیوں کی رسد بند کر دیں۔ عادل شاہ کا قاصد جب یہ پیام لے کر کولم میں پہونچا تو یہاں کے رئیس کولتری سوم نے جو دو کولتریوں کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا تھا جس کا بیان اوپر آچکا ہے قاصد کو فرنگیوں کے اشارے سے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن قاصد نے خوف کے مارے راہ فرار اختیار کی اور اپنی جان بچائی۔ کولتری نے اِس کے تمام مال اور تحفہ و تحائف پر قبضہ کر لیا

---

[1] مؤرخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی لڑائیوں کے بعد فرنگیوں نے مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کا مصمّم ارادہ کر لیا اور سلطان جلال الدّین محمد اکبر بادشاہ کے چند جہاز جو فرنگیوں کی اجازت بغیر مکّہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے تھے بندر جدّہ سے واپس ہونے کے بعد راستہ میں فرنگیوں نے تباہ و برباد کر دیئے اور جو مسلمان اُن میں سوار تھے اُن کی سخت آبرو ریزی کی۔ اِس کے بعد بندرِ عادل آباد اور قراٹین کو جو علی عادل شاہ سے تعلق رکھتے تھے آگ لگا کر ویران کر دیا۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۷۳

[2] مؤرخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ اہل فرنگ بندر دابل میں تجارت کی غرض سے آکر چاہتے تھے کہ کسی مکر و حیلہ سے اُس پر قبضہ کر لیں۔ لیکن وہاں کے حاکم نے جس کا نام خواجہ علی المخاطب ملک التجّار شیرازی ہو۔ اُن کے ارادے سے واقف ہو کر فرنگیوں کے ڈیڑھ سو معتبر آدمیوں کو قتل کر دیا اور اُن کے فساد کی بیخ کنی کر دی۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۷۳ -

حالاں کہ افرا اجا اور سامری نے اس کے واپس کرنے کے لیے کئی خطوط لکھے لیکن وہ اس مال کو غصب کرنے سے باز نہیں آیا اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر قاصد بھاگ نہ جاتا تو اس کو اور اس کے سامان کو گرفتار کر کے فرنگیوں کے یہاں پیش کر دیتا یہ واقعہ ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء کا ہے۔

اسی سال بعض فرنگی امراء نے سامری کے دربار میں حاضر ہو کر صلح کے متعلق گفت و شنید کی۔ اس وقت سامری کدنگلور کے قریب ایک بت خانہ میں جس کی تمام کفار ملیبار تعظیم کیا کرتے تھے مقیم تھا۔ سامری اس امر پر راضی ہو گیا کہ فرنگی کالی کوٹ میں ایک قلعہ بنالیں لیکن ان لوگوں نے فنان میں قلعہ بنانے کی اجازت چاہی جس کو سامری نے قبول نہیں کیا۔ پھر سامری نے اپنی رعیت سے تین معتبر آدمیوں کو اس شخص سے شرائط صلح طے کرنے کے لیے روانہ کیا جس نے صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کی تھی۔ یہ لوگ فرنگی قاصدوں کے ساتھ گوا داخل ہوئے اور ان کے رئیس نے جس کا نام بیزرو تھا نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ملاقات کی لیکن اہل فرنگ فنان میں قلعہ بنانا چاہتے تھے اور سامری اس بات سے راضی نہیں تھا اس لیے صلح کی امید منقطع ہو گئی۔ یہ واقعہ ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء کا ہے۔

اسی سال اہل فرنگ اور عادل شاہ کے درمیان زر کثیر صرف کرنے کے بعد صلح ہو گئی۔ پھر کشتی کے رئیس نے سامری کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کی تاکہ اس کو بت خانہ سے نکال دے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ایک بڑی فوج تیار کر کے فرنگیوں کے رئیس بیزرو کے نام خط بھیجا اور اس سے استدعا کی کہ سامری کے خلاف اس کی اعانت کرے۔ بیزرو نے یہ درخواست قبول کر لی اور امداد کے لئے چند کشتیاں بھی روانہ کیں۔ ان سب نے ایک جگہ جمع ہو کر سامری سے لڑائی شروع کی۔ اگرچہ سامری کی فوج تعداد میں کم تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی کو غالب رکھا۔ فرنگی اور رئیس کشتی نہایت ذلیل ہوئے۔ سامری نے ان کی بڑی جماعت کو تہ تیغ کر دیا اور اس کی جماعت کو باوجود قلت تعداد کے کچھ بھی گزند نہ پہنچا۔

اس کے بعد اہل فرنگ کے جہاز گشتی سے نکلے تاکہ مسلمانوں کو بحری سفر سے روکیں اور ان کی کشتیوں کو گرفتار کر لیں ۹۹۰ھ ۱۵۸۲ء یا ۹۹۱ھ ۱۵۸۳ء میں فرنگیوں نے سامری کی رعایا کے ساتھ جو کالی کوٹ، بنادر جدید، کابکاٹ، فندرینہ، تڑکوڈ و فنان وغیرہ میں رہتے تھے نہایت سختی شروع کی اور اسی سال کی ابتدا سے انتہا تک اسی طرح قائم رکھا یہاں تک کہ ان کا کسی شہر کے قریب تک بھی سفر کرنا دشوار ہو گیا۔ تلناد سے چاول کے نہ پہونچنے اور مسلمانوں کے بلاقصور بنادر مذکور میں روک دئے جانے کی وجہ سے ملک میں قحط عظیم ہو گیا کہ جس کی مثال ازمنہ قدیم میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ یہ مظالم کچھ کم نہ تھے۔ اِس پر ان کی کشتیاں اور جہاز وغیرہ بھی چھین لئے گئے اور یہ لوگ زبان حال سے کہنے لگے کہ اے خدا ہم کو ان ظالموں کے مظالم سے نجات دے۔

دوسرے سال سامری اور فرنگیوں کے درمیان اس بنیاد پر صلح ہو گئی کہ سامری نے فرنگیوں کو فنان میں قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ صلح کی دوسری شرط یہ تھی کہ فرنگی مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیں اور سامری فرنگی قیدیوں کو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پس فرنگیوں اور سامری کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ آئندہ سال ان کا سردار سامری کے پاس آئے تو سامری اس کو قلعہ بنانے کی اجازت دے گا۔ حسب معاہدہ نئے سال کی ابتدا میں پرتگال سے چار کشتیاں آئیں دو گوا آئیں اور دو کولم کے قریب ٹھیریں۔ ان میں وہ سردار بھی موجود تھا جس کو ان کے بادشاہ نے آئندہ کے لیے مقرر کیا تھا پس پہلا سردار معزول ہو گیا۔ لیکن سامری کو اُس نئے سردار سے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بجائے کالی کوٹ آنے کے گوا چلا گیا اور وہ جب گوا میں پہنچ گیا تو وہاں سے اپنے بعض امراء کو سامری کے پاس روانہ کیا۔ طرفین میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ سامری کی رعایا کو حسب سابق گجرات وغیرہ کے سفر کا موقع ہاتھ آ گیا اور کالی کوٹ سے سواحل عرب تک سفر کرنے کی اجازت بھی حاصل ہو گئی۔

ضمیمۂ اوّل

واسکو دی گاما کا مُسلمان رہنما

کہا جاتا ہی کہ واسکو دی گاما کا جہاز جب افریقہ کے مشرقی ساحل پر زنجبار کے قریب مالندی میں پہونچا اور یہاں سے سواحل ہند تک پہونچنے کے لئے اُسے راستہ کی جستجو ہوئی تو ایک مسلمان جہاز راں مل گیا اور اُس کی رہنمائی سے دی گاما اور اس کے ہمراہی بخیر و عافیت ہندوستان کے مغربی ساحل تک پہونچ گئے اور ان کے جہاز نے ملیبار کے بندرگاہ کالی کوٹ پر لنگر ڈالا۔

اس مسلمان جہاز راں کا تذکرہ پہلے پہل ایک ملاح نے اپنی کتاب میں کیا ہی جو واسکو دی گاما کے ساتھ اس مہم میں شریک تھا۔ اس کے بعد سولھویں صدی عیسوی کے پرتگیزی مورخ دامیوی گوس[1] کاسٹن ہیڈا[2] اور باروس[3] نے زیادہ تفصیل سے کام لیا ہی۔ اُنھوں نے اس کا نام "مالیمو کاناکو"[4] بتایا ہی۔ لیکن حقیقت میں یہ نام نہیں ہی بلکہ ایک عام لقب ہی۔ جو جملہ جہاز رانوں کی نسبت اُس زمانہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔

"مالیمو" اصل میں عربی لفظ "معلّم" کی بگڑی ہوئی صورت ہی۔ جہاز رانی کی اصطلاح میں جہاز رانی کے اُستاد کو معلّم کہتے ہیں۔ "کاناکا" سنسکرت زبان کا لفظ ہی جو ٹامل زبان کے ذریعہ جہاز رانی کے اصطلاحات میں داخل ہوا۔ اس کے معنی ہیں ماہر نجوم اور اس طرح پر "مالیمو کاناکا" سے جہاز رانی کی اصطلاح میں وہ شخص مراد لیا جاتا ہے جو علم کواکب کے ذریعہ جہاز رانی کرتا ہی۔

---

(1) Damiao de Goes (2) Castanheda

(3) Barros (4) Malemo Canaqua

عربی زبان کی ایک تاریخی تصنیف "البرق الیمانی فی فتح العثمانی" سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس معلم کا اصلی نام "احمد بن ماجد" ہے۔ یہ کتاب سلطان سلیم بن سلیمان (۹۷۴ھ ۹۸۲ھ)
کے لیے سنان پاشا کی ایالت مصر (۹۷۵ھ ۹۸۰ھ) کے دوران میں تالیف ہوئی
ہے۔ اس کے مصنف علامہ قطب الدین محمد بن احمد نہروالی ہیں۔ گجرات کا شہر نہروالہ ان کا
وطن تھا۔ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ سلاطین گجرات نے اس جگہ جو مدرسہ قائم کیا تھا
اُس کے مدرس اور مہتمم تھے۔ ۹۸۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

فاضل ممدوح انے ۹۰۰ھ کے واقعات میں داسکو دی گاما کی مہم اور ابن ماجد
کی رہنمائی کے حالات اس طرح بیان کیے ہیں۔

وقع فی اول القرن العاشر الحوادث النوادر دخول البرتقال (البرتقالیین) اللعین من طائفة الفرنج الملاعین الی دیار الھند ۔ وکانت طائفة منھم یرکبون من زقاق سبتة فی البحر ویلجون فی الظلمات ویمرون خلف جبال القمر .. .. ویصلون الی الشرق ویمرون بموضع قریب من الساحل فی مضیق احد جانبیه جبل وبجانب الثانی بحر الظلمات فی مکان کثیر الامواج لاتستقر به سفائنھم وتنکسر ولا ینجو منھم احد۔ واستمروا علیٰ ذلک مدة وھم یھلکون فی ذلک المکان ولا یخلص من طائفتھم احد الیٰ ان خلص منھم غراب الی بحر الھند فلا زالو یتوصلون الی معرفة ھٰذا البحر الیٰ ان دلھم شخص ماھر من اھل البحر یقال لہ احمد بن ماجد صاحبه کبیر الفرنج وکان یقال لہ الملندی وعاشرہ فی السکر فعلمہ الطریق فی حال سکرہ وقال لھم تقربوا الساحل من ذلک المکان وتوغلوا فی البحر ثم عودوا فلا تنالکم الامواج۔ فلما فعلوا ذلک صار یسلم من الکسر کثیر من مراکبھم فکثروا فی بحر الھند وتبوا فی گوہ بضم الکاف العجمیة وتشدید الواو بعدھا اسم لموضع من داخل الدکن ھو تحت الفرنج الآن من بلاد الدکن قلعة سیموبھا کوثا ثم اخذوا ھرموز وتقدموا ھناک وصارت الامداد

تتراد ف علیھم من البر تقان۔

ابن ماجد عرب کا مشہور جہاز راں فن ملاحی کا زبردست عالم اور اس فن کی متعدد کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کو اہل عرب "اسد البحر" کے لقب سے مخاطب کرتے ہیں۔ بقول حاجی برٹن کے اس وقت بھی عربوں کی کشتیاں جب ساحل سے روانہ ہوتی ہیں تو روانگی سے پہلے اس کے نام سے فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

ابن ماجد کا نام اور سلسلۂ نسب خود اُس کی تصنیفات میں اس طرح تحریر ہے۔ "شہاب الدین احمد بن ماجد بن محمد بن عمر بن فضل بن دریک بن یوسف بن حسن بن حسین بن ابی معلق سعدی ابن ابی رکائب نجدی" اس کے اجداد نجد کے رہنے والے تھے۔ باپ، دادا، پردادا سب کے سب مشہور جہاز راں تھے۔ خصوصاً ماجد بن محمد کو بحر احمر کی جہاز رانی میں انتہا درجہ کا کمال تھا۔ عرب کے جہاز راں اس کو "ربان البرین" کہا کرتے تھے۔ اس نے "حجازیہ" کے نام سے ایک ارجوزہ لکھا ہے جس کے ہزار بیت ہیں اور اُن میں علم البحر کے اصول اور بحری مسالک کے کوائف بیان کئے ہیں۔

ابن ماجد کی ولادت عمان کے شہر جلفار میں ہوئی ہے۔ تاریخ ولادت کا صحت کے ساتھ متعین کرنا دشوار ہے۔ لیکن خود ابن ماجد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے "کتاب الفوائد" اپنی عمر کے پچاس ۵۰ سال گزرنے کے بعد ۸۹۵ھ کے حدود میں تالیف کی ہے۔ اس حساب سے ۸۴۵ھ کے حدود میں یا اس سے کچھ عرصہ پہلے اُس کا پیدا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ وفات اس کی پچپن ۵۵ سال کی عمر میں ۹۰۰ھ میں یا اس کے بعد واقع ہوئی ہے۔

ابن ماجد نے جہاز رانی کے متعلق سترہ ۱۷ اٹھارہ ۱۸ کتابیں نظم و نثر میں تصنیف کی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

الفوائد فی اصول البحر والقواعد۔ اس میں جہاز رانی کی تاریخ اور اس کے اصول بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب بارہ فصلوں میں منقسم ہے جن میں قطب نما یعنی مقناطیس کی سوئی کا حال۔ چاند کے اٹھائیس منازل کی تفصیل۔ ہوا کے بتیس ۳۲ اسمات بیان کئے ہیں۔ ان مباحث کے بعد بحر ہند۔ خلیج فارس، بحر احمر اور مغربی چین کے بحری راستے بتائے

ہیں۔ مغربی ہند کے سواحلی مقامات اور دس بڑے بڑے جزائر یعنی جزیرہ قمر (میڈگاسکر) سماتورہ۔ جاوہ۔ الغور (فارموسا) سیلان۔ زنجبارہ۔ بحرین۔ ابن قاوان (واقع خلیج فارس) سقوطرہ کے موسمی ہواؤں کا بھی تذکرہ ہے۔ ہوا کی سمتوں کا تعین فارسی تقویم سے کیا ہے۔ بحر احمر میں ساحل کے قریب پانی کے اندر جہاں جہاں پہاڑ واقع ہیں اُن کے مواقع بھی بتائے ہیں یہ کتاب ۸۹۵ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کا مخطوطہ بخط مصنف ۸۹۸ھ کا لکھا ہوا پیرس کے کتب خانہ ملی میں محفوظ ہے۔

حاویۃ الاختصار فی اصول علم البحار۔ یہ کتاب منظوم ہے۔ اس میں دیباچہ کے علاوہ گیارہ فصول ہیں۔ پہلی فصل میں اُن علامات کا تذکرہ ہے جو بحری سفر میں ساحل قریب آنے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ دوسری فصل میں بحری ہواؤں کے اسمات بیان کیے ہیں۔ تیسری فصل میں عربی قبطی۔ رومی اور فارسی تقاویم کا بیان ہے۔ چوتھی فصل میں جہاز رانی سے تعلق رکھنے والے کواکب کے منازل۔ ہواؤں کے چلنے اور رُک جانے کے موسم اور اُن کی تاریخیں فارسی تقویم کے مطابق بیان کی ہیں۔ پانچویں فصل میں سواحل عرب سے جزائر ملایا اور حبش کے ساحل تک بحری راستوں کا تذکرہ ہے۔ چھٹی فصل میں اُن راستوں کا بیان ہے جو ہندوستان کے مغربی ساحل تک اور وہاں سے جانب مشرق ساحل کے کنارے کنارے اُن ممالک تک جاتے ہیں جو علاقۂ زیر باد میں واقع ہیں۔ ساتویں فصل میں وہ راستے مذکور ہیں جو ساحل عرب سے جزیرہ قمر، جزائر بحر حبش اور شرقی جزائر یعنی سماترا، سیلان اور دیبۃ المحل تک جاتے ہیں۔ آٹھویں فصل میں سواحل عرب سے ہندوستان کے مغربی ساحل تک راستوں کی مسافت بتائی ہے۔ نویں فصل میں مشہور بندرگاہوں کے محل وقوع اور سمندروں کی گہرائی سے بحث کی ہے۔ دسویں فصل میں جہاز رانی کے قواعد بیان کئے ہیں۔ اس کے ضمن میں اُس بحر محیط کی امواج کا تذکرہ ہے جو حبش سے شروع ہو کر مغربی ہند اور بلاد چین تک پھیلا ہوا ہے۔ گیارہویں فصل میں جہاز رانی کے وہ امور بیان کئے ہیں جو نجوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ کتاب ۸۶۶ھ میں تالیف ہوئی ہے۔

قصیدۃ المکیہ۔ اس میں جدہ سے جنوبی عرب کی راس فرتق تک وہاں سے ہندوستان کے مغربی ساحل پر کالی کوٹ، دابل، کنکن اور گجرات تک پھر یہاں سے جنوبی عرب کے ساحل اور وہاں سے خلیج فارس میں ہرموز تک بحری راستوں کا تذکرہ ہے۔

ان کے علاوہ ابن ماجد کی تصنیفات سے چودہ[14] ارجوزے اور قصیدے اور بھی ہیں۔ ان میں سے بعض میں اُن کواکب کا بیان ہے جن کے طلوع و غروب یا گردشوں کی بنا پر جہاز رانی میں رہنمائی ہوتی ہے۔ بعض میں منازل قمر کا تذکرہ ہے۔ بعض میں بحری راستوں کی تفصیل ہے۔ بعض میں سمندروں کے عمق اور عرض و طول سے بحث کی گئی ہے۔ ان ارجوزوں اور قصیدوں کے نام یہ ہیں:

(۱) ارجوزہ برّ العرب فی خلیج فارس (۲) مخمسہ فی علم البحر (۳) البلیغہ فی قیاس السہیل والرامح۔ (۴) الجمہ فی علم البحر (۵) الذہبیہ فی علم البحار (۶) السبعیہ فی ذکر سبعہ علوم من علوم البحار (۷) ضربۃ الضرائب فی کیفیۃ الاستدلال علی طرق السفر فی البحر (۸) الفائقہ فی قیاس الضفدع (۹) قبلۃ الاسلام فی جمیع الدنیا (۱۰) کنز المعاملہ (۱۱) انتخات لبرُ الہند و برُ العرب (۱۲) میمیہ الابدل المقاستہ علی ستہ اوجہ (۱۳) الہدیہ فی علم البحر۔

فرانسیسی مستشرق گبرئیل فرنڈ[1] نے ابن ماجد کی ان تمام تصنیفات کو تین جلدوں کے ضخیم مجموعہ میں زنکوگرافی کے ذریعہ سنہ میں پیرس میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اس میں ایک اور عرب جہازراں سلیمان بن احمد المہری کی بھی پانچ تصنیفات شامل ہیں۔

مشرقی ترکی امیر البحر سیدی علی کپدان نے ترکی زبان میں ایک عالمانہ کتاب فن جہاز رانی کے متعلق لکھی ہے۔ جس کا نام 'محیطہ' ہے۔ ابن ماجد کی 'الفوائد' اور 'الحاویہ' سے زیادہ تر مضامین اخذ کئے ہیں۔ دیباچہ میں ان دونوں کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مصادر: (۱) خیرالدین زرکلی۔ الاعلام جلد اول (احمد بن ماجد) (۲) جرجی زیدان تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد ثالث صفحہ ۲۲۴ (۳) الیاس سرکیس معجم المطبوعات (ابن ماجد) (۴) مجلۃ المجمع العلمی العربی جلد اول ص ۲۹۵ (۵) فہرست دار الکتب العربیہ جلد سادس اس میں فن جغرافیہ کے تحت ابن ماجد کی تمام تصنیفات کا تذکرہ ہے۔

(1) Gabrial Ferrand

ضمیمۂ ثانی

سواحل ہندوستان پر پرتگیزوں کی لڑائیاں

پرتگیزی مؤرخ فاریائی سوزا کی تاریخ کا اقتباس

جلد اوّل۔ حصۂ اوّل۔ باب چہارم

۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء (۸ر جولائی) واسکوڈی گاما[1] تین چھوٹے جہاز اور ایک سو ساٹھ۱۶۰ آدمی ساتھ لے کر لزبن سے روانہ ہوا۔ وہاں سے جزیرہ سینٹ جارج[2] میں آیا جو افریقہ کے مشرقی ساحل پر موزنبیق[3] کے قریب واقع ہے۔

۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء (۱۱ر مارچ) سینٹ جارج سے روانہ ہو کر اسی ساحل پر ملینڈا[4] میں پہونچا۔ اس مقام پر اس کو چند گجراتی سوداگر ملے۔ ان میں ایک گجراتی مسلمان جہازراں بھی تھا جس کا نام معلّم خاں تھا۔ وہ اصطرلاب کے علم سے ایسا ماہر تھا کہ واسکوڈی گاما کے جہاز کے اصطرلاب کے نقائص اچھی طرح سمجھاتا تھا۔

(۲۰ر مئی) واسکوڈی گاما معلم خاں کے ہمراہ ملینڈا سے کالی کوٹ پہونچا۔ اس جگہ ایک ہندو راجہ زیمورن کی حکومت تھی۔ واسکوڈی گامانے کالی کوٹ میں ایک یورپین مسلمان سے ملاقات کی اور اُس کو اپنا ترجمان بنایا۔ اس کا نام میاں زید تھا اور وہ اسپینی زبان خوب بولتا تھا۔ کالی کوٹ میں بہت سے مسلمان سوداگر تھے جو بحر قلزم اور خلیج فارس کی راہ سے یورپ میں جا کر بڑی تجارت کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے کہنے سے راجہ

---

(1) Vasco de Gama (2) St George

(3) Mozanbique (4) Melinda

زیمورن نے سات پرتگیزوں کو قید کر لیا۔ واسکوڈی گاما ان کے رہا کرانے میں عاجز رہا لیکن ان کے عوض اس نے بھی بیس[2] ہندوستانی ماہی گیر گرفتار کر لیے۔

سنہ ۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ء

۔ واسکوڈی گاما پرتگال واپس آیا۔ اپنے ترجمان میاں زیدہ کو بھی اپنے ہمراہ لایا۔ اس سفر میں جس کی مدت چھبیس[26] مہینے کی تھی اس کے ایک سو ساٹھ[160] آدمیوں میں سے ایک سو پانچ[105] آدمی ضائع ہو گئے۔

جلد اوّل۔ حصّۂ اوّل باب پنجم

سنہ ۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء

(۸ مارچ) کو واسکوڈی گاما لزبن سے دوسری مرتبہ ملیبار کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ تیرہ جہاز اور ان میں بارہ سو[1200] آدمی تھے۔ من جملہ ان کے سترہ[17] آدمیوں کی مذہبی جماعت تھی یعنی آٹھ راہب، آٹھ قسیس اور ایک اسقف۔ ان سے مقصد یہ تھا کہ پہلے وعظ و نصیحت سے کام لیا جائے اور جب اس سے نتیجہ نہ نکلے تو جنگ و پیکار اور شمشیر زنی سے مقصد حاصل کیا جائے۔

۲ راگست کو واسکوڈی گاما ملینڈا میں آیا اور دو گجراتی جہاز رانوں کی رہبری سے ۱۵ ستمبر کو کالی کوٹ پہونچا۔ زمیورن اور واسکوڈی گاما نے آپس میں قیدیوں کا تبادلہ کیا۔ نشان دہی کے لیے زمیورن نے چھ[6] برہمن بھی واسکوڈی گاما کے حوالہ کئے۔ مسلمان تاجر جو مکہ سے ملیبار میں آئے تھے تجارت کے معاملات میں پرتگیزوں کے مزاحم ہوئے۔ ایک ہندوستانی جہاز ہاتھی لے کر سیلون سے گجرات جا رہا تھا، اس نے مسلمانوں کے ترغیب دینے سے پرتگیزوں پر حملہ کیا اور گولہ باری کے بعد کنانور کی جانب روانہ ہوا۔ پرتگیزوں نے اثنا رہ میں اس جہاز کو گرفتار کر لیا اور اسے تباہ کر کے راجہ کوچین کے حوالہ کر دیا۔

کرنگانور میں پرتگیزوں سے چند عیسائی ملے جو ارمینی کلیسا کے پیرو تھے۔

سنہ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۱ء

ماہ مارچ میں جان ڈی نو[1] چار جہاز لے کر لزبن سے روانہ ہوا اور ایک غیر آباد جزیرہ سینٹ ہلنا[2] دریافت کیا۔

---

(1) John de Nova

(2) St. Helena

سنہ ۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء

واسکوڈی گاما بیس[20] جہاز لے کر پھر ہندوستان کی جانب روانہ ہوا۔ راستہ میں سلطان مصر کے جہاز مریم سے لڑائی ہوئی۔ مصری جہاز میں دو سو اسی[280] مسلمان تھے اور ان میں زیادہ تر حج کے لیے مکہ کو جا رہے تھے۔ مسلمانوں نے جہاز پر پرتگیزوں کو قبضہ کرنے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ مقابلہ کر کے سب کے سب مارے گئے۔ بیس[20] بچے اس ہنگامہ میں بچ گئے تھے ان کو پرتگیزوں نے عیسائی بنالیا۔

واسکوڈی گاما جب ملیبار کے ساحل پر پہنچا تو کرنگانور کے نصرانیوں نے اپنا ایک وفد اس کے یہاں بھیجا۔ کرنگانور میں عیسائیوں کی تعداد تیس ہزار تھی اور یہ سب آرمینی کلیسا کے پیرو تھے۔ واسکوڈی گاما نے دس[10] جہازوں سے کالی کوٹ کے انتیس[29] جہازوں کا مقابلہ کیا اور دو جہاز گرفتار کر لیے۔ ان میں سے ایک جہاز میں سونے کا بت تھا اور اس کے اوپر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ وزن اس بت کا تیس[30] پونڈ تھا۔ اس کے بعد واسکوڈی گاما واپس ہو کر لزبن چلا آیا۔

جلد اول۔ حصہ اول۔ باب ہفتم

سنہ ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء

الفانسوڈی البیوقرق[1] نو[9] جہاز لے کر ہندوستان کے ساحل پر وارد ہوا۔ زیمورن نے کوچین میں پچاس ہزار سپاہی ساتھ لے کر بحر و بر دونوں طرف سے پرتگیزوں پر حملہ کیا۔ زیمورن کے بیڑے میں اسی[80] جہاز تھے اور ان میں تین سو اسی[380] توپ اور چار ہزار سپاہی تھے۔ پرتگیزوں نے آٹھ جہاز اور تیرہ[13] توپیں چھین لیں۔ اس ہنگامہ میں ملیباریوں نے آتش بار جہاز استعمال کیے تھے۔ دو جہازوں پر پندرہ[15] فیٹ بلند قلعے بھی بنائے تھے اور ان میں آدمیوں کے رہنے کا انتظام بھی کیا تھا۔ اسی دوران میں پرتگال سے تیرہ[13] جہاز اور آئے۔ ان میں بارہ سو[1200] آدمی تھے۔ البیوقرق نے ایک عربی بیڑے کو تباہ کیا جس کی وجہ سے سات سو[700] ترکوں کی جانیں تلف ہوئیں۔

سنہ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

جنوری میں البیوقرق ہندوستان سے تیرہ[13] جہازوں کے ساتھ واپس ہوا۔ ان میں صرف تین جہاز اس کے بیڑے کے تھے۔ چھ[6] مہینے کے بعد ۲۲ر جولائی کو

---

(1) Alfonso de Albuquerque

لزبن پہونچا۔

جلد اوّل۔ حصۂ اوّل۔ باب ہشتم

۹۱۳ھ
۱۵۰۷ء

دون فرانسسکو المیڈا[1] بائیس[22] جہاز اور پندرہ سو[1500] سپاہی لیکر ہندوستان آیا۔
پرتگیزوں نے ہندوستان کے مغربی ساحل کو جغرافیہ کے لحاظ سے اس طرح تقسیم کیا۔
اول کمبھائت۔ بمبئی کے شمال میں جو شاہانِ گجرات کے قبضہ میں تھا۔
دوم کوکن۔ جو بمبئی اور گوآ کے مابین ہے۔ اس پر احمد نگر اور بیجاپور کے بادشاہ حکمراں تھے۔
سوم کنارہ جو گوآ اور کنانور کے درمیان ہے۔ اس علاقہ پر راجگان بیجانگر کی حکومت تھی۔
جو ملک کنارہ کے جنوب میں ہے اس کو ملیبار کہتے ہیں۔ اس میں کالی کوٹ، کنانور کرنگانور، کوچین، کولم اور ٹراونکور کے راجاؤں کی حکومت تھی۔

جلد اول حصۂ اول۔ باب دہم

۹۱۳ھ
۱۵۰۷ء

دون فرانسسکو المیڈا نے اپنے لڑکے دون لورنزو[2] کو گیارہ جہاز دے کر روانہ کیا تاکہ مسلمانوں کے بیڑے پر حملہ کرے۔ مسلمانوں کے ساٹھ جہاز پرتگیزوں کے جہازوں سے بڑے تھے۔

اسی زمانہ میں پرتگیزوں نے سیلون کا راستہ دریافت کیا۔

جلد اوّل۔ حصہ دوم باب اوّل

۹۱۳ھ
۱۵۰۷ء

مارچ میں پرتگیزوں کے تیرہ[۱۳] جہاز تیرہ سو[1300] آدمیوں سے بھرے ہوئے لزبن سے روانہ ہوکر ہندوستان کے ساحل پر لنگرانداز ہوئے۔

---

(1) Don Francesco Alneiada (2) Don Lorenzo

جلد اول - حصہ دوم - باب دوم

۹۱۴ھ
۱۵۰۸ء

الفانسو دی البیو قرق بارہ جہاز لے کر ساحل ہندوستان پر آیا۔ مصری اور گجراتی بیڑوں سے جن کے سردار میر ہاشم اور ملک ایاز تھے، بندر چیول کے قریب لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے پرتگیزوں پر آتش باری کی۔ پرتگیزوں کا امیر البحر ڈون لورنزو اور اُس کے ساتھ ایک سو چالیس [۱۴۰] آدمی مارے گئے۔ مسلمانوں کے امیر البحر نے مقتول امیر البحر کے باپ فرانسسکو المیڈا کو جبکہ گوآ کا گورنر تھا تعزیت نامہ لکھا۔

جلد اول - حصۂ دوم - باب سوم

سترہ [۱۷] جہاز لزبن سے آئے۔ دون الفانسو البیو قرق گورنر جنرل مقرر ہوا۔ دون فرانسسکو المیڈا انیس [۱۹] جہاز اور سولہ سو [۱۶۰۰] سپاہی لے کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے گوآ سے روانہ ہوا۔ ان سپاہیوں میں آٹھ سو [۸۰۰] سپاہی ہندوستانی تھے۔ ۲۰ر دسمبر کو دابل میں اُترا مگر قلعہ کو فتح نہ کر سکا۔

۹۱۵ھ
۱۵۰۹ء

مسلمانوں کے ایک جہاز میں بندرگاہ بمبئی کے قریب سوار ہو کر ۲ر فروری کو بندرگاہ دیو میں پہونچا۔ ترکوں سے لڑائی ہوئی۔ پرتگیزوں نے فتح پائی۔ قیدیوں کو مار ڈالا۔ بہت سی کتابیں اس جگہ دستیاب ہوئیں۔ دیو کے حاکم نے سیدی علی کو ایلچی بنا کر پرتگیزوں کے امیر البحر کے یہاں روانہ کیا۔ دونوں نے ایک عہد نامہ لکھا۔ ترکوں نے بندرگاہ دیو کے ساحل پر اپنی توپیں نصب کیں۔

جلد اول - حصۂ دوم - باب چہارم

پندرہ جنگی جہاز لزبن سے ہندوستان میں آئے۔ المیڈا پرتگال کو واپس جاتے ہوئے

راستہ میں مارا گیا۔

سنہ ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء

البیوقرق اور کونٹو ہو[1] نے ۲ ؍ جنوری کو کالی کوٹ پر حملہ کیا۔ لیکن پسپا ہونا پڑا اس ہنگامہ میں کونٹو ہو اور اس کے سپاہی مارے گئے۔ البیوقرق بھی زخمی ہو گیا۔

جلد اوّل ۔ حصۂ دوم ۔ باب پنجم

البیوقرق نے یوسف عادل شاہ سے گوآ لینے کا ارادہ کیا۔ کنارا کے حاکم تیماجی[2] نے اُس کی مدد کی۔ ۲۰ ؍ فروری سنہ ۱۵۱۰ء کو گوآ فتح ہوا لیکن اُس کے ہاتھ سے بہت جلد نکل گیا۔ مسلمانوں نے بیس روز کے محاصرہ کے بعد مئی میں اُسے واپس لے لیا۔ البیوقرق کی مدد کے لیے تیرہ ۱۳ جہاز یورپ سے آئے۔ البیوقرق تیس ۳۰ جہاز اور پندرہ سو ۱۵۰۰ سپاہی ساتھ لے کر گوآ پر دوسری مرتبہ حملہ آور ہوا۔ تیماجی کے امیر البحر ماہوراؤ نے اس کی مدد کی۔ پرتگیزوں نے گوآ پر پھر فتح حاصل کی۔ گوآ کا انتظام تیماجی اور مالی راؤ کے حوالہ کیا۔ مالی راؤ اونورہ کے راجہ کا بھتیجا تھا۔ پرتگیزوں نے گوا کے باشندوں کے ساتھ شادی بیاہ کرنا شروع کیا۔ اور اُن کو اراضی عطا کئے۔

جلد اوّل حصۂ دوم ۔ باب ششم

البیوقرق اُنیس ۱۹ جہاز آٹھ سو ۸۰۰ پرتگیزی اور چھ سو ۶۰۰ ملیباری سپاہی لے کر سواحل عرب کی جانب روانہ ہوا۔ گوآ میں روڈری کو چار سو ۴۰۰ یورپین سپاہیوں کے ساتھ چھوڑا۔ مالی راؤ کو پانسو ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ گوآ کے انتظام میں اُس کا شریک قرار دیا۔

جلد اوّل ۔ حصہ دوم ۔ باب ہفتم

البیوقرق مشرقی مجمع الجزائر کی جانب روانہ ہوا۔ ملاکا[3] میں لڑائی ہوئی۔

---

(1) Coutinho (2) Timoja

(3) Malacca

یہاں کے باشندوں نے توپوں سے مقابلہ کیا۔ سُرنگوں کے ذریعہ سے بازاروں اور
راستوں کی حفاظت کی۔ بحری جنگ میں، باروت گولی اور حرب کے جدید آلات
کام میں لائے۔ جزیرہ جاوا کے والی شاہ محمد کے پاس آٹھ ہزار توپیں تھیں
ان میں سے قابلِ اطمینان تین ہزار توپوں سے کام لیا۔

سنہ ۹۱۷ھ / ۱۵۱۱ء

۱۸ر فروری کو البیو قرق جب اس مہم سے واپس آیا تو بیجاپور کے بادشاہ نے
گوآ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن بادشاہ کو پسپا ہونا پڑا۔
البیو قرق میں[۲۰] جہاز سترہ سو[۱۷۰۰] پرتگیزی اور آٹھ سو[۸۰۰] کنارا اور ملیبار کے سپاہی
ساتھ لے کر عدن پر حملہ آور ہوا۔ دشمن سے سینتیس[۳۷] توپیں چھین لیں۔
اگست میں البیو قرق کے جہاز بندرگاہ دیو میں لنگر انداز ہوئے۔ یہاں کے
حاکم ملک ایاز سے البیو قرق نے ایک تجارتی منڈی کے قائم کرنے کی اجازت حاصل کی۔
جلد اوّل۔ حصۂ دوم۔ باب دہم

سنہ ۹۲۰ھ / ۱۵۱۴ء

۲۶ مارچ کو البیو قرق ستائیس[۲۷] جہاز لے کر ہرموز کی جانب روانہ ہوا۔ ان
جہازوں میں پندرہ سو[۱۵۰۰] یورپ والے، چھ سو[۶۰۰] کنارا اور ملیبار کے سپاہی تھے
اس وقت شاہ اسمٰعیل صفوی ایران کا بادشاہ تھا۔
البیو قرق لزبن میں واپس بلایا گیا۔ لیکن روانہ ہونے سے قبل بیمار ہو کر ۱۶ر دسمبر کو
گوآ میں مر گیا۔

سنہ ۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ء

لزبن سے بارہ[۱۲] جہاز اس کے بعد اور تیرہ[۱۳] جہاز ہندوستان میں آئے۔ ان میں
پندرہ سو[۱۵۰۰] سپاہی تھے۔ پہلے پہل پرتگیزی افسر تجارت میں مصروف و مشغول ہوئے۔
ڈی سوزا کی رائے کے مطابق ہندوستان میں پرتگیزی اثر و اقتدار کے انحطاط کا
یہ سب سے بڑا سبب تھا۔
لوپ سوریز[۱] گورنر جنرل ستائیس[۲۷] جہاز لے کر سواحل عرب کی جانب روانہ ہوا۔
اور عدن پر حملہ کیا۔ ان جہازوں میں بارہ سو[۱۲۰۰] پرتگیزی، آٹھ سو[۸۰۰] ہندوستانی سپاہی

(1) Lope Soarez

اور آٹھ سو ملاح سوار تھے۔

گوا کا پرتگیزی لشکر بادشاہ بیجاپور کے ساتھ برسرپیکار رہا۔ بیجاپور کے سپہ سالار آنکس خاں نے لشکر کثیر کے ساتھ کوکن پر یورش کی۔ پرتگیزوں نے پونڈا پر حملہ کیا۔ پرتگیز اس ہنگامہ میں کامیاب رہے۔ بیجاپور کی فوج واپس چلی گئی۔

جلد اوّل - حصۂ سوم - باب سوم

۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء پرتگیز چین میں پہونچے اور یہ معلوم کیا کہ یہاں کے باشندے توپ استعمال کرتے ہیں۔ نیز چھاپہ کا فن بھی ان کو آتا ہے جس کو ایک مدت سے اہل یورپ جانتے ہیں۔

۹۲۴ھ / ۱۵۱۸ء ۱۳ / فروری کو چوبیس (۲۴) جہازوں کا پرتگیزی بیڑہ بحراحمر کی جانب روانہ ہوا۔ ان جہازوں میں اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰) توپیں اور اسی تعداد میں کنارا اور ملیبار کے دیسی سپاہی سوار تھے۔

بیجانگر کے راجہ کرشن رائے نے بیجاپور پر یورش کی۔ اس سے رائچور کو فتح کرنا مقصود تھا۔ راجہ کے لشکر میں تینتیس (۳۳) ہزار سات سو پیدل، بارہ ہزار (۱۲۰۰) آبدار پانسو اسّی (۵۸۰) ہاتھی تھے۔ چالیس (۴۰) پرتگالی جو بادشاہ بیجاپور کے ملازم تھے اس لڑائی میں مارے گئے۔ ہندوؤں کو چار ہزار گھوڑے، ایک سو ہاتھی، چار توپیں لوٹ میں ہاتھ لگیں۔

جلد اوّل - حصۂ سوم - باب چہارم

۹۲۷ھ / ۱۵۲۰ء گوا کے گورنر رائے دی میلو[1] نے دو سو پچاس (۲۵۰) سوار اور آٹھ سو (۸۰۰) کنارا کے پیدل ساتھ لے کر ملک کے بڑے حصّہ پر قبضہ کر لیا۔

ایک پرتگیزی بیڑا جس میں تین ہزار یورپین اور آٹھ سو (۸۰۰) ملیباری سپاہیوں کے

---

(1) Ray de Melo

ارتالیس[۴۸] جہاز تھے۔ دیو پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ لیکن غایت درجہ ناکام رہا۔

جلد اوّل - حصۂ سوم - باب ششم

۹۲۸ھ ۱۵۲۱ء دیو پر قبضہ کرنے کے لیے پرتگیزوں نے پھر کوشش کی۔ لیکن اس میں بھی ناکامی رہی۔ گجرات کے بیڑے نے پرتگیزی بیڑے کو درہم برہم کر دیا۔ ایک جہاز کو بھی برباد کر ڈالا۔

پرتگیزوں نے احمد نگر کے بادشاہ سے چیول میں ایک منڈی کے قائم کرنے کی اجازت حاصل کی تاکہ اس جگہ عرب و عجم کے گھوڑوں کی تجارت ہوا کرے۔

ملک ایاز گجرات کے امیر البحر نے چیول پہ یورش کی، پرتگیزوں کو شہر سے نکال دیا۔ اس لڑائی میں پرتگیزوں کا ایک جہاز ڈوب گیا۔ ملک ایاز بیس[۲۰] روز چیول پر قابض رہا۔ منڈی کی تعمیر روک دی۔ پرتگیزی بیڑوں کی آمد و رفت کو قطع کر دیا۔

جلد اوّل - حصۂ سوم - باب ہفتم

۹۲۹ھ ۱۵۲۲ء پرتگیز دابل کے کنارے اُترے۔ شہر والوں سے خراج وصول کیا۔ گجرات کا امیر البحر دیو کی جانب واپس ہوا۔ پرتگیزوں نے گوا کے قرب و جوار میں جس حصۂ ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ بیجاپور کے بادشاہ نے اُس کو واپس لے لیا۔

جلد اوّل - حصۂ چہارم - باب دوم

۹۳۴ھ ۱۵۲۷ء گجرات کے بادشاہ نے اسّی[۸۰] جہازوں کا بیڑا روانہ کیا تاکہ چیول میں پرتگیزوں پر حملہ کرے۔ احمد نگر کے بادشاہ نے پرتگیزوں کی اعانت کی۔ گجراتی بیڑہ بالکل تباہ ہو گیا۔ پرتگیزوں نے تہتّر[۷۳] جہاز جلا دیئے یا دریا میں ڈوبا دیئے۔ پرتگیزوں نے احمد نگر کے سپاہیوں کو ساتھ لے کر گجرات کا ایک قلعہ فتح کیا اور اُسے احمد نگر کے سپہ سالار کو

حوالہ کردیا۔ پرتگیز شمال کی جانب بڑھتے گئے۔ تھانہ اور بسین کو خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔

جلد اول ۔ حصّہ چہارم ۔ باب چہارم

سنہ ۹۳۶ھ ۱۵۲۹ء پرتگیزی مؤرخ فاریائی سوزا[1] ہندوستان میں آیا۔ یورپ سے احکام وصول ہوئے کہ جس طرح بھی ہو سکے دیو پر قبضہ کیا جائے۔

سنہ ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء انٹونی دی سلویرا[2] نے چھوٹے بڑے اکاون[۵۱] جہاز ساتھ لے کر دریائے تاپتی کو عبور کیا۔ سورت میں جاکر لوٹ مار مچادی۔ بیس جہاز جلادیے۔ دمن کو بھی جلاکر خاکستر کردیا۔

چیول میں جو پرتگیز قید تھے اُن کی مدد کرنے میں پرتگیزوں کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔ اور بُری طرح ہزیمت اُٹھاکر واپس ہوئے۔

سنہ ۹۳۸ھ ۱۵۳۱ء پرتگیزوں نے دیو پر حملہ کرنے کے لیے عظیم الشان تیاریاں شروع کیں۔ بمبئی کے بندرگاہ کو بیڑے کے ٹھہرنے کا مقام قرار دیا۔ اس جگہ چھوٹے بڑے چار سو جہاز جمع کئے۔ اور اُن میں تین ہزار چھ سو[۳۶۰۰] یورپین سپاہی۔ ایک ہزار چار سو[۱۴۰۰] یورپین ملاح کنارا اور ملیبار کے دو ہزار[۲۰۰۰]۔ کافری کے آٹھ ہزار[۸۰۰۰] سپاہی۔ پانچ ہزار کشتی بان۔ چھ ہزار چار سو[۶۴۰۰] دیسی ملاح۔ تیرہ ہزار چھ سو[۱۳۶۰۰] خشکی کی فوج اس طرح پر جملہ بیس ہزار دو سو[۲۰۲۰۰] آدمی سوار کرائے۔ ۷ فروری کو اس بیڑے نے بیت کا محاصرہ کیا۔ ساٹھ توپیں چھین لیں۔ یہ بیڑہ ۱۶ فروری کو دیو میں پہونچا۔ مصطفےٰ خاں رومی نے جو یورپین نژاد ترک تھا نہایت جواں مردی کے ساتھ پرتگیزوں کی مدافعت کی۔ پرتگیز شکست اُٹھاکر ۵ مارچ کو گوا میں واپس آگئے۔ اس دوران میں بیڑے کے ایک حصّہ نے جس کا سردار انٹونی دی سولدانا تھا مظفر آباد کو جو بمبئی اور

(1) Faria-e-Souza (2) Anthony de Silveira

دیو کے درمیان واقع تھا جلا دیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر گوہ گو میں آیا اور اس جگہ تھوڑی سی دیسی فوج ساحل پر اتاری۔ لیکن مقابلہ سے پریشان ہو کر اس کو مجبوراً بیڑے میں پناہ گیر ہونا پڑا۔

شاہزادہ چاند خاں گجرات کے بادشاہ کا بھائی اور سلطنت کا جھوٹا دعوے دار پرتگیزوں سے مل گیا جس کی وجہ سے بسین، تارا پور، تھانہ اور مہایم پرتگیزوں کو خراج ادا کرنے پر مجبور ہو گئے۔

نونو دی کونہا پرتگیزوں کے ہندوستانی گورنر جنرل نے گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ کے خلاف ہمایوں بادشاہ سے سازش کی، دمن پر شدید لڑائی کے بعد پرتگیزوں نے قبضہ کر لیا۔

۹۴۲ھ
۱۵۳۴ء

دیو کی نسبت پرتگیزوں اور بہادر شاہ کے مابین حسب ذیل شرائط طے ہوئے: بسین پرتگیزوں کے حوالہ کیا جائے۔ جو جہاز ہندوستان سے روانہ ہوں بسین میں ان کا محصول ادا ہوا کرے، ہندوستانی جہاز راں بندرگاہ میں آمد و رفت کے پروانے حاصل کیا کریں۔ گجرات کا بادشاہ ترکی جہازوں کی امداد و اعانت نہ کیا کرے جو بحر ہند میں آمد و رفت کیا کرتے ہیں۔

چند پرتگیز اور چالیس فرانسیسی بہادر شاہ کے یہاں ملازم تھے جو چتوڑ کی لڑائی میں اس کے شریک حال رہے۔ اس لڑائی میں بہادر شاہ ہمایوں بادشاہ سے شکست پاکر دیو میں بھاگ آیا۔ پرتگیزوں نے اس کو پناہ دی۔ پچاس افسر اور چار سو پچاس یورپین پیدل کمک کے لیے اس کے ساتھ روانہ کئے۔ پرتگیزوں نے بہادر شاہ سے دیو میں قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت لی لیکن اس بات پر جھگڑا رہا کہ قلعہ بندی کس طرح کی جائے۔ اس معاملہ کے طے ہونے سے قبل قلعہ تیار ہو گیا بہادر شاہ نے اپنی کھوئی ہوئی حکومت حاصل کرنے کے بعد دیو پر قبضہ کرنے کی تجویز کی۔ نونو دی کنھا[1] گوا سے یہ ارادہ کر کے دیو میں بلایا کہ اُسے گرفتار کر لے۔ بہادر شاہ گورنر کے جہاز میں آیا۔ گجراتیوں اور پرتگیزیوں میں لڑائی ہو گئی

(1) Nuno de Cunha

ڈیو کا گورنر ایمانوئیل ڈی سا[1] بہادر شاہ کے جہاز میں مارا گیا۔ اور بہادر شاہ پرتگیزوں کے جہاز سے کود کر سمندر میں ڈوب گیا۔

جلد اوّل۔ حصّہ چہارم۔ باب نہم

سنہ ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء

پرتگیزوں نے ترکی امیر البحر سلیمان آغا کے بیڑے اور خواجہ ظفر کی فوج سے بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نونو دی کنھا نے دیو کی امداد کے لیے ایک بیڑا روانہ کیا۔ جس میں ایک سو سات جہاز ایک ہزار توپیں اور پانچ ہزار سپاہی تھے

جلد دوم۔ حصّہ اوّل۔ باب اوّل

سنہ ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء

نونو دی کنھا کی جگہ گارشیا دی نورونہا[2] گورنر جنرل مقرر ہوا۔

جلد دوم۔ حصّہ اوّل۔ باب دوم

گجرات کے سپہ سالار خواجہ جہاں نے بسین کا محاصرہ کیا۔ لیکن اُسے ناکام واپس جانا پڑا۔

جلد دوم۔ حصّہ اوّل۔ باب سیزدہم

سنہ ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء

بلگام کے حاکم اسد خاں نے گورنر جنرل دون گارشیا کو تحایف بھیج کر بیجاپور کے شاہزادہ ملو خاں کو اُس کی حفاظت سے واپس مانگا۔ ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور نے بھی اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے گورنر جنرل سے صلح کر لی اور اُس کے سردار اسد خاں نے کوکن کا علاقہ دینے کا وعدہ کیا جس کی آمدنی ... اسٹرلنگ تھی۔ لیکن گورنر جنرل نے ملو خاں کی طرف داری سے دست بردار نہیں کی۔ جب اسد خاں مر گیا تو پرتگیزوں نے اس شرط پر ملو خاں کو ابرا...

---

(1) Emanuel de Sa

(2) Garcia de Noronha

عادل شاہ کے حوالہ کیا کہ اسد خاں کی تمام دولت اُن کو دے دی جائے۔ عادل شاہ نے اسد خاں کی دولت خواجہ شمس الدین کی حفاظت میں گوا کو بھیجی۔ پرتگیزوں نے خیال کیا کہ خواجہ نے اُن کو دولت کا صرف دسواں حصّہ پہونچایا ہے۔ ان کے نزدیک اسد خاں کی دولت دس ملین دوکٹ سے زیادہ تھی۔

جلد دوم۔ حصّہٗ اوّل۔ باب بست و چہارم

۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء

گجرات کے بادشاہ محمود شاہ نے دیو کو واپس لینے کی کوشش کی۔ دکن کے تمام سلاطین کو اس امر پر متحد کیا کہ پرتگیزوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ پرتگیز حسب وعدہ شاہزادہ ملو خاں کو اُس کے بھائی عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کے یہاں بھیجنے میں تساہل و تاخیر کرنے لگے۔

جلد دوم۔ حصّہٗ دوم۔ باب اوّل

۹۵۵ھ / ۱۵۴۸ء

دون جان دی کاسٹرو[1] ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ دیو کا دوسری مرتبہ محاصرہ ہوا۔ گجرات کی فوج میں فرانسیسی گولنداز ملازم تھے۔ اُنھوں نے محاصرہ کے مورچوں پر قلعہ کے مقابل ساٹھ توپیں نصب کیں۔ اس معرکہ میں گجراتی سپہ سالار خواجہ ظفر خاں اور ایک فرانسیسی افسر مارے گئے۔ رومی خاں اور جھجھار خاں حبشی اُن کے قائم مقام مقرر ہوئے۔

جلد دوم۔ حصّہٗ دوم۔ باب دوم

جھجھار خاں حبشی ایک معرکہ میں قلعہ کے پاس مارا گیا۔ اُس کا بھتیجا اُس کا جانشین قرار پایا۔

---

(1) Don Jon de Castro

جلد دوم - حصّہ دوم - باب سوم

دون جان دی کاسٹرو[1] بذات خود گوا کی حفاظت میں مصروف ہوا۔ لشکر کثیر ہمراہ لے کر دشمن کے موروچوں پر قبضہ کیا۔ چھ آدمی گرفتار اور دو سو توپیں چھین لیں۔ ان میں چالیس توپیں قلعہ شکن تھیں رومی خاں اور کرخاں مارے گئے۔ پانچ ہزار آدمی مجروح و مقتول ہوئے۔ پرتگیزوں نے گوہ گو تک دشمنوں کا تعاقب کیا۔ اس جگہ فوج کا ایک حصہ جہازوں سے اترا اور جھجھار خاں کے بھتیجے کو قید کر لیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے سالٹ اور باردیز کے علاقے پرتگیزوں کو اس وعدہ کے ساتھ تفویض کیے کہ وہ ملو خاں کو اس کے حوالہ کر دیں گے۔ پرتگیزوں نے باردیز پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ملو خاں کو حوالہ نہ کرنے پر اصرار کرتے رہے۔

جلد دوم - حصّہ دوم - باب چہارم

بیجاپور کے بادشاہ نے باردیز کو واپس لینے کے لیے فوج روانہ کی لیکن اس کو شکست ہوئی اور پونڈا کے درہ میں اس کو واپس آنا پڑا۔ سپہ سالار صلابت خاں مارا گیا۔ پرتگیزوں نے سری وردھن (رمان کوٹ) اور گوا کے درمیانی بندرگاہوں کو جلا دیا۔

جلد دوم - حصّہ دوم - باب ششم

دون جان دی کاسٹرد مر گیا۔ گارشیا دی سا[2] گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اس کے ساتھ بیجاپور کے بادشاہ نے صلح کر لی۔ دکن کے تمام بادشاہوں نے اپنے ایلچی گوا میں اس کے یہاں بھیجے۔ ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء

جلد دوم - حصّہ دوم - باب یازدہم

ملو عادل خاں نے تین ہزار پرتگیزی پیدل اور دو سو سوار ہمراہ لے کر ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء

---

(1) Don Jon de Castro (2) Garcia de Sa

بیجاپور کی سلطنت کا دعوے دار ہوا۔ پونڈا کو فتح کر کے اُس کی حفاظت انٹونی دی نورنہا[1] کے تفویض کی۔ اُس کے یہاں چھ سو آدمی بھی چھوڑ دیئے کوکن کا سارا علاقہ پرتگیزوں کے حوالہ کر دیا۔ انٹونی دی نورنہا نے وہاں کی مال گزاری بھی وصول کرنی شروع کی۔ ملو خاں نے جب بیجاپور کی جانب پیش قدمی کی تو بیجاپوری لشکر نے اُس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور بحالت قید اس کا انتقال ہو گیا۔

جلد دوم - حصّۂ دوم - باب سیزدہم

بیجاپور کے بادشاہ نے کوکن کو پرتگیزوں سے واپس لے لیا۔ بیجاپور کے لشکر نے باردیز پر حملہ کیا جس کو پرتگیزوں کے تین ہزار یورپین سپاہی، کنارا کے ایک ہزار پیدل اور تین سو سواروں نے شکست دی۔ پسپا لشکر پونڈا کی طرف چلا گیا۔

جلد دوم - حصّۂ دوم - باب چہاردہم

۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء

پرتگیزوں نے دمن کو فتح کیا اور جیمس دی نورنہا[2] وہاں کا گورنر مقرر ہوا۔ قلعہ کی حفاظت کے لیے بارہ سو[۱۲۰۰] آدمی تعینات کئے۔ پرتگیزوں نے بلسر پر بھی قبضہ کر لیا۔ گجراتی افواج نے حملہ کیا۔ میدان میں لڑائی ہوئی۔ پرتگیزی فوج ہزیمت پا کر تباہ ہو گئی۔ بلسر پر گجراتیوں کا پھر قبضہ ہو گیا۔

جلد دوم - حصّۂ دوم - باب شانزدہم

۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء

پرتگیزی جہازوں نے سورت کی ندی کے پاس شہر پر حملہ کیا اور واپس چلے آئے۔ فرانسس کاؤٹین ہو[3] گوآ کا وائسرائے مقرر ہوا۔ اور اس کے ساتھ تین ہزار سپاہی یورپ سے آئے۔ ستمبر میں جان دی مینڈوزا[4] وائسرائے مقرر ہوا۔

---

(1) Antony de Noronha

(2) James de Noronha

(3) Francis Coutinho

(4) John de Mendoza

۱۵۶۴ء میں تالی کوٹا کی لڑائی ہوئی جس میں بیجانگر کا راجہ مارا گیا۔ انتونی دی نورہنا[1] والسرائے قرار پایا۔

۹۷۶ھ / ۱۵۶۸ء لوئیس دی اٹائیڈا[2] والسرائے ہوا۔

جلد دوم۔ حصہ سوم۔ باب ہفتم

۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء گوا کا والسرائے ایک سو تیس جہازوں کا بیڑا لے کر انور کے محاصرہ پر روانہ ہوا۔ اس بیڑے میں دیسیوں کے علاوہ تین ہزار یورپین سپاہی تھے۔ انور پر قبضہ کرنے کے بعد پرتگیزی بیڑا ملیبار کے ساحل پر گشت لگانے لگا۔ جس قدر جہاز ملے ان سب پر قبضہ کیا۔ پرتگیز جن شہروں میں اُترے اُن کو جلا دیا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس ہنگامہ میں ساٹھ ہزار تباہ ہوئے اور ایک ہزار آدمی قتل یا اسیر کیے گئے۔

جلد دوم۔ حصۂ سوم۔ باب ہشتم

۹۷۸ھ / ۱۵۷۰ء (ماہ جنوری) احمد نگر اور بیجاپور کے بادشاہ نیز کالی کوٹ کے راجہ نے پرتگیزوں پر بہ یک وقت حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ علی عادل شاہ بادشاہ بیجاپور پونڈا کے گھاٹ سے اُتر کر کوکن میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک لاکھ پیدل پینتیس ہزار سوار، دو ہزار ایک سو چالیس ہاتھی، تین سو پچاس توپیں تھیں۔ بغیر کسی رکاوٹ کے گوآ میں داخل ہوا۔ پرتگیزوں کے یہاں صرف ایک ہزار چھ سو ۱۶۰۰ سپاہی اور تیس توپیں تھیں۔ اُنھوں نے شہر کی حفاظت کی۔ سلیمان آغا پانچ ہزار ۵۰۰۰ سپاہی ہمراہ لے کر گوآ پر قابض و متصرف ہوا۔ پرتگیزوں نے مقابلہ کر کے اُس کو شکست دی۔ عین لڑائی میں اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ گوآ کے والسرائے لوئیس دی آئیڈا ٹا نے علی عادل شاہ کے مارنے کے لیے اُس کے سپہ سالار نور خاں سے

---

(1) Antony de Noronha (2) Luis de Ataida

سازش کی اور اُس کو حصول تخت و تاج میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ راز بہت جلد افشا ہو گیا اور اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اونور کے رانا نے دو ہزار عادل شاہی سپاہ کے ساتھ اونور کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پسپا ہو کر ناکام رہا۔ اگست سنہ ۱۵۷۱ء میں دس مہینے کی لڑائی کے بعد گوآ سے محاصرہ اُٹھا لیا۔ اس ہنگامہ میں عادل شاہ کے بارہ ہزار سپاہی تین سو ہاتھی چار ہزار گھوڑے اور چھ ہزار بیل تلف ہو گئے۔

جلد دوم ۔ حصۂ سوم ۔ باب نہم

سنہ ۹۷۷ھ ۱۵۶۹ء دسمبر میں مرتضیٰ نظام شاہ کے سپہ سالار فرہاد خاں نے چیول پر حملہ کیا۔ اس کی فوج میں آٹھ ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل تھے۔ نظام شاہ اپنے لشکر کو لے کر کوکن میں آیا۔ پرتگیزوں نے تخمینہ کیا ہے کہ اس کے لشکر میں چوبیس ہزار سوار ایک لاکھ ۱۵۷۰ء پیدل چار ہزار مزدور لوہار اور دیگر صناع تین سو ہاتھی بے شمار بیل اور چالیس بڑی بڑی توپیں تھیں۔ اس لشکر کا ایک حصہ جس میں چار ہزار آدمی تھے شمال کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ بسین اور دوسرے مقامات سے پرتگیزوں کے یہاں آنے والی رسد روک دی جائے۔

جلد دوم ۔ حصۂ سوم ۔ باب دہم

مرتضیٰ نظام شاہ نے پرتگیزوں پر چاروں طرف سے حملہ کیا لیکن اُسے سب طرف سے شکست ہوئی۔ دو سو پرتگیز قلعہ سے بھاگ گئے۔ میدان میں شدید معرکہ ہوا جس میں احمد نگر کے تین ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر کار طرفین میں صلح ہو گئی۔

جلد دوم ۔ حصۂ سوم باب یازدہم

سنہ ۹۷۸ ۱۵۷۰ء جون میں زیمورن نے ایک لاکھ فوج لے کر کالی کوٹ کے قریب چالی پر حملہ کیا۔ شہر فتح ہونے کے قریب ہو گیا۔ لیکن ستمبر میں پرتگیزوں کے یہاں مدد پہونچ گئی جس کے باعث دونوں میں صلح ہو گئی۔

جلد دوم ۔ حصۂ سوم ۔ باب دوازدہم

۹۷۸ھ ۱۵۷۰ء

ستمبر میں انتونی دی نورنہا وائسرائے مقرر ہوا ۔ ہندوستان کے تمام بادشاہوں نے پرتگیزوں سے صلح کرلی ۔ دسمبر میں بیجاپور کا ایک جہاز سخت لڑائی کے بعد پرتگیزوں نے چھین لیا ۔ بیجاپور کے بادشاہ نے پرتگیزی سفیر اور اس کے ساتھیوں کو بلگام میں قید کرلیا اور جب تاوان ادا ہوا تو انھوں نے رہائی حاصل کی ۔

جلد سوم ۔ حصۂ اول ۔ باب اوّل

۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء

دون فرانسس[۱] مسکرنیا ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا مغلیہ فوج سورت سے آکر دمن پر حملہ آور ہوئی ۔

۱۵۸۳ء

پرتگال سے پانچ جہاز آئے ۔ مظفر شاہ گجرات کا معزول بادشاہ اپنے ملک میں واپس آیا ۔ نوانگر کے جام کی اعانت سے تیس ہزار فوج فراہم کی اور اس کی وجہ سے اپنی سلطنت کا بڑا حصہ حاصل کرلیا ۔ اس کے بعد بروچ پر حملہ آور ہوا ۔ پرتگیزوں نے خفیہ طور پر دو سفیر بھیجے ۔ ایک مظفر شاہ کے پاس، دوسرا اس کے مخالف کے یہاں ۔ اور اس حکمت عملی سے فائدہ اٹھانا چاہا لیکن اسی دوران میں مغلوں نے گجرات پر قبضہ کرلیا ۔ جان دی کاسترو جو اسی نام کے مشہور گورنر جنرل کا بیٹا ہے اپنا

۹۹۲ھ ۱۵۸۵ء

ایک جہاز لے کر آرہا تھا ۔ راستہ میں ملیبار کے دو جہازوں سے مقابلہ ہوا ۔ اس لڑائی میں پرتگیزی جہاز پھٹ کر ٹکڑے ہوگیا ۔ شاہزادہ ملو عادل خاں کا بیٹا غفور خاں گوا میں رہتا تھا ۔ اور اس کو سلطنت کی ہوس دامن گیر تھی ۔ دربار بیجاپور کا ایک پرتگیز ملازم جمیس[۲] لوپز بایم گوا میں آیا اور دھوکے سے سلطنت بیجاپور کے دعوے دار کی آنکھیں پھوڑ دیں ۔

جلد سوم ۔ حصۂ اول ۔ باب سوم[۳]

۹۹۳ھ ۱۵۸۵ء

دون دیورٹ دی منیس گوا کا وائسرائے مقرر ہوا ۔ بیجاپور کے بادشاہ نے

---

(1) Dou Francis Mascarena (2) James Lopez Bayam

پرتگیزوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے. تاکہ ان کے اتفاق سے سنگ میسور کے نایک پر جو دریائے ویجا یارک پر واقع ہے حملہ کرے۔ پرتگیزوں نے ایک بیڑا تیار کیا رستم خاں پونڈا سے فوج لے کر برّی راستہ سے روانہ ہوا، دونوں نے مل کر نایک کو جنگل میں بھگا دیا اور اُس نے صلح کرلی تو اس کا ملک اُس کے حوالہ کر دیا۔

جلد سوم - حصّۂ اوّل - باب چہارم

سنہ ۹۹۵ھ ۱۵۸۶ء — چھ[۶] جہاز لزبن سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں ارض البلد شمالی کے (۱) درجہ (۳۰) دقیقہ پر انگریزوں کے دو جہاز ملے۔ ان میں سے ایک جہاز کو سر فرانسس ڈریک نے بحیرہ ازریں سے نکالا۔

جلد سوم - حصّۂ اول - باب ششم

سنہ ۹۹۷ھ ۱۵۸۸ء — گوآ کے والیسرائے دون دیورٹ دی منیس نے انتقال کیا۔

جلد سوم - حصّۂ اوّل - باب ہفتم

سنہ ۹۹۷ھ ۱۵۸۸ء — ایمانویل دی سوزا کوٹن ہو[۱] والیسرائے مقرر ہوا۔ پرتگال سے پانچ جہاز آئے کچھ عرصہ بعد والیسرائے لزبن کو واپس چلا گیا۔

جلد سوم - حصّۂ اوّل - باب ہشتم

سنہ ۱۰۰۱ھ ۱۵۹۲ء — متھیاس دی البقوق[۲] والیسرائے مقرر ہوا۔ برہان نظام شاہ نے چیول میں پرتگیزوں سے لڑائی کی۔ پندرہ سو یورپین اور پندرہ سو دیسی سپاہیوں نے مقابلہ کر کے شہر کو بچا لیا۔ پرتگیزوں نے پانچ ہاتھی اور چھہتر توپیں چھین لیں۔ سپہ سالار

---

(1) Emanual de Sousa Coutinho

(2) Matthias de Albuquerque

فرہاد خاں اور اُس کی بیوی بچوں کو پرتگیزوں نے قید کرلیا۔ بیوی نے فدیہ دے کر رہائی حاصل کی۔ فرہاد خاں اور اُس کی دختر دونوں نے نصرانی مذہب اختیار کرلیا اور یہاں سے لزبن کو چلے گئے۔

جلد سوم ۔ حصّۂ اوّل ۔ باب نہم

۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء — لزبن سے آٹھ جہاز آئے۔

جلد سوم ۔ حصّۂ دوم ۔ باب اوّل

۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء — دون فرانسس[1] ڈی گاما وایسرائے مقرر ہوا۔ ڈچ جو پرتگیزوں کے سب سے پہلے یورپین رقیب ہیں دو جہاز لے کر ہندوستان میں آئے۔ ان کی وجہ سے پرتگیزوں نے سالانہ دو بیڑے بھیجنے شروع کئے۔ ایک شمالی ساحل پر۔ دوسرا جنوب میں تاکہ سیلون تک ملک کی حفاظت کرے۔ پہلے بیڑے میں دس جہاز تھے۔

۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۷ء — ڈچ کے دو جہازوں کا پرتگیزوں کے چھ جہازوں سے مقابلہ ہوا۔ آٹھ دن لڑائی رہی۔ ایک جہاز مقابلہ پر اڑا رہا۔ دوسرا فرار ہو کر بنگو کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔

جلد سوم ۔ حصّۂ دوم ۔ باب سوم

۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء — ڈچوں نے آٹھ جہاز ہندوستان کی جانب روانہ کئے۔ یہ جہاز ۱۳ مئی کو امسٹرڈم سے نکلے۔ ۸ جون کو ہندوستان کا ساحل نظر آیا۔ ۲۱ درجہ عرض البلد جنوبی پر جزیرہ سرن[2] کو دریافت کیا۔ ماریسیا[3] اُس کا نام رکھا۔ یہاں سے مجمع الجزائر شرقی کی جانب روانہ ہوئے۔ جاوا اور امبوئنا[4] کو دریافت کیا۔

---

(1) Don Francis de Gama

(2) Ccrne

(3) Mauricia

(4) Amboyna

تمام جہاز گرم مسالہ لے کر بخیر و خوبی ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء میں ہالینڈ کو واپس آ گئے۔

جلد سوم - حصۂ دوم - باب پنجم

۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء — ایرس دی سولڈانا[1] وائسرائے مقرر ہوا - پرتگیزوں کے چھ جہاز گوا سے پرتگال کی جانب روانہ ہو کر سینٹ ہلینا پہونچے - اس جگہ ڈچوں کے دو جہاز پہلے سے لنگر انداز تھے - دونوں میں لڑائی ہوئی - ڈچوں نے ۱۰۱۰ھ ۱۶۰۱ء میں سینٹ ہلینا کو چھوڑ دیا - سینٹ ہلینا کے پاس پرتگیزوں کی ایک کشتی پر ڈچوں کے دو جہازوں نے جن میں تیس توپیں تھیں قبضہ کر لیا -

جلد سوم - حصۂ دوم - باب ششم

۱۰۱۳ھ ۱۶۰۴ء — دون مارٹن الفانسو دی کاسٹرو[2] وائسرائے مقرر ہوا - ڈچوں کو مجمع الجزائر مشرق کے باشندوں نے مدد دی - کیونکہ وہ پرتگیزوں کو حریص اور طماع ہونے کے باعث امبوئینا سے نکال دینا چاہتے تھے - ٹرنیٹ کے بادشاہ نے بھی ایک بیڑے سے ڈچوں کی مدد کی - ڈچوں اور پرتگیزوں میں لڑائی جھگڑے کا بازار گرم ہوا ۱۰۱۵ھ ۱۶۰۶ء میں الفانسو دی کاسٹرو نے ملاکا میں انتقال کیا - پرتگیزوں کے تین جہاز جن میں سامان تجارت بھرا ہوا تھا اور جو یورپ کو جانے والے تھے ڈچوں کے خوف سے ساحل ہی پر رکے رہے -

جلد سوم - حصۂ دوم - باب ہفتم

۱۰۱۶ھ ۱۶۰۷ء — الکزس دی منسس[3] جو گوا کا آرچ بشپ تھا وائسرائے کے فرائض انجام

---

(1) Ayres de Soldana (2) Don Martin Alfonso de Castro

(3) Alexis de Menses

دینے لگا لیکن اس کا لقب والیسرائے قرار نہیں پایا۔ ڈچوں نے پرتگیزوں کے قلعہ پر دو حملے کئے جو جزیرۂ موزنبیق میں واقع تھا۔ محافظ فوج نے مقابلہ کر کے ڈچوں کو پسپا کر دیا۔

جلد سوم۔ حصّۂ دوم۔ باب دہم

۱۰۱۸ھ / ۱۶۰۹ء
راوی لورین کو دی ٹاورا[1] والیسرائے مقرر ہوا۔ پرتگیز جزیرہ سیلون میں کانڈیا کے بادشاہ سے برسرپیکار ہوئے۔ ان کے پاس سات سو یورپین اور پچیس ہزار سنگھالی سپاہی تھے۔ بادشاہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ پرتگیز اس کے دو بیٹوں کو عیسائی مذہب کی تعلیم دیں گے۔ چیول کے صوبہ دار عبدالکریم نے تین جہازوں کا ایک بیڑا پرتگیزوں کے خلاف روانہ کیا۔ گوا کے والیسرائے نے نظام شاہ سے اس کی شکایت کی۔ لیکن تشفی بخش تصفیہ نہیں ہوا۔

۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء
انتونی پنٹو دی فون سیکا[2] ہندوستان کا خود مختار والسرائے قرار پایا اور سلطنت پرتگال نے اس کو "افسر خاص اور اعلیٰ محافظ قلعہ جات ہندوستان" کا لقب دیا۔ پرتگیزوں کی شمالی فوج انگریزی بیڑے سے جنگ آزما ہوئی جو سورت میں آیا ہوا تھا۔ کافی سامان حرب رکھنے کے باوجود انگریزوں نے ہزیمت اٹھائی۔

---

(1) Ruy Lorenco de Tavora

(2) Antony Pinto de Fonseca

ضمیمۂ ثالث

پرتگیزوں کے ساتھ سلاطین گجرات و دکن کی لڑائیاں

ہندوستان کی اسلامی تاریخوں کے اقتباس

گجرات:

طبقات اکبری ص ۴۷۹، تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم ص ۲۰۱ ترجمہ انگریزی
جلد چہارم ص ۷۴، مرأۃ سکندری ص ۱۱۷

سنہ ۹۱۳ھ سلطان محمود بیگڑھ (سنہ ۸۶۳ھ تا سنہ ۹۱۷ھ) کو جب کہ وہ محمد آباد چنپانیر میں مقیم تھا یہ معلوم ہوا کہ کفار فرنگ نے ساحل گجرات پر ہجوم کیا ہے۔ چاہتے ہیں کہ اس جگہ قلعے بنائیں اور اُن میں سکونت اختیار کریں۔ سلطان روم نے جو فرنگیوں کا دشمن ہے اس خبر کو سن کر بے شمار جہاز سواحل ہند کی جانب روانہ کئے۔ تاکہ فرنگیوں کی آمد و شد میں مانع و مزاحم ہوں۔ پس سلطان محمود نے بھی فرنگیوں سے لڑائی کا ارادہ کیا اور محمد آباد سے بسبی دمن اور مہائم کی طرف روانہ ہوا۔

الغرض سلطان محمود خطۂ دمن میں پہونچا۔ اپنے غلام خاص ملک ایاز سلطانی کو جو امیر الامرا اور سپہ سالار تھا چند خاص کشتیاں دے کر فرنگیوں کا اخراج کرنے کے لیے بندر دیب سے روانہ کیا۔ سلطان روم کے دس بڑے جہاز بھی جو محض فرنگیوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے ملک ایاز کے ہمراہ کر دیے۔

ملک ایاز بندر چیول میں آ کر فرنگیوں سے برسرپیکار ہوا اور اُن کے ایک بہت بڑے جہاز کو جو ایک کروڑ کی مالیت رکھتا تھا گولے مار کر سمندر میں غرق کر دیا۔

اس ہنگامہ میں رومیوں کے چار سَو آدمی مارے گئے۔ لیکن اُنھوں نے فرنگیوں کے دو تین ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔

بیجاپور

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم صـ ۱۲، انگریزی ترجمہ جلد سوم صـ ۲۹

خافی خاں جلد سوم صـ ۲۸۰

سنہ ۹۱۵ھ کفارِ فرنگ دفعتاً بندر گوآ میں پہونچ گئے۔ اُنھوں نے حاکم بندرگاہ کو غافل پاکر بہت سے مسلمانوں کو تہِ تیغ کر کے بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف عادل شاہ (سنہ ۸۹۵ھ ۔ سنہ ۹۱۶ھ) کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اُس نے خاصہ کے دو ہزار سوار منتخب کئے اور بیجاپور سے آکر بندر گوآ پر حملہ کیا۔ روانگی کے پانچویں دن عادل شاہی فوج بندر مذکور پر پہونچی۔ بادشاہ نے فرنگیوں کو غافل پاکر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ دربانوں کو قتل کر کے قلعہ میں داخل ہوا۔ اہلِ قلعہ اس آفت سے بے خبر تھے۔ جب واقف ہوئے تو کشتیوں میں سوار ہو کر فرار ہونے لگے جو باقی رہ گئے اُن کو مسلمانوں نے قتل کر دیا۔ اس طرح پر یہ بندرگاہ پھر مسلمانوں کے تصرّف میں آیا۔ یوسف عادل شاہ نے یہاں کی حکومت اپنے معتبر امیروں کے سپرد کی اور خود بیجاپور کو واپس چلا آیا۔

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم صـ ۱۴، انگریزی ترجمہ جلد سوم صـ ۳۴

خافی خاں جلد سوم صـ ۲۵۲

سنہ ۹۱۶ھ یوسف عادل شاہ کی واپسی کے بعد فرنگیوں نے قلعہ گوآ کا محاصرہ کر کے قلعہ دار کو رشوت دی اور اسمٰعیل عادل شاہ (سنہ ۹۱۶ھ ۔ سنہ ۹۴۱ھ) کے ابتدائی زمانہ میں قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ کمال خاں نے فرنگیوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ فرنگی صرف قلعہ پر قابض رہیں اور اطراف و اکناف کے قریوں اور قصبوں پر کسی طرح کی دست درازی نہ کریں۔

گجرات

طبقات اکبری صـ۴۹۹، مآثر رحیمی جلد دوم صـ۱۶۲، تاریخ فرشتہ فارسی
جلد دوم صـ۲۱۶، ترجمہ انگریزی جلد چہارم صـ۱۰۹، مرآۃ سکندری صـ۲۱۴

سنہ ۹۳۴ھ بہادر شاہ (سنہ ۹۳۲ھ – سنہ ۹۴۳ھ) کنبہایت میں ایک دن دریا کی سیر کر رہا تھا کہ ایک جہاز بندر دیب سے آیا اور اہل جہاز نے بیان کیا کہ فرنگیوں کا ایک جہاز باد مخالف سے بے راہ ہوکر بندر دیب میں آگیا تھا۔ قوام الملک نے جہاز پر قبضہ اور اہل جہاز کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس خبر کو سُنکر بادشاہ خشکی کے راستہ سے بندر دیو میں پہونچا۔ قوام الملک نے فرنگیوں کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا اور بادشاہ کے فرمانے سے اُن کی جماعت کثیر مشرف باسلام ہوئے۔

گجرات

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم صـ۲۲۲ – ترجمہ انگریزی جلد چہارم ۱۲۳
مرآۃ سکندری صـ۱۳۲

سنہ ۹۳۸ھ (۱۴ ماہ صفر) بہادر شاہ یہ سُنکر کہ فرنگی کئی جہاز لے کر دیب میں آئے ہیں، محمد آباد چنپانیر سے اُن کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا اور جب دیب کے قریب پہونچا فرنگی فرار ہوگئے۔ بادشاہ کو دیب میں فرنگیوں کی ایک بہت بڑی توپ ملی کہ اُس کے برابر کوئی توپ سارے ہندوستان میں نہیں تھی۔ بادشاہ نے اُس کو جرّ ثقیل کے ذریعہ محمد آباد چنپانیر روانہ کیا۔

گجرات

طبقات اکبری صـ۵۱۰، مآثر رحیمی جلد دوم صـ۱۸۷ صـ۱۳۱
تاریخ فرشتہ جلد دوم صـ۲۲۴ ترجمہ انگریزی جلد چہارم صـ۱۳۱
مرآۃ سکندری صـ۲۵۶

سنہ ۹۴۳ھ (ماہ رمضان) جس زمانہ میں جنت آشیانی محمد نصیر الدین ہمایوں کو گجرات پر غلبہ ہوگیا تھا تو بہادر شاہ نے گوآ، چیول اور ریوادنڈہ کے فرنگیوں سے نہایت

عاجزی اور درماندگی کے ساتھ امداد طلب کی تھی اور اس وقت جب کہ گجرات حریف کے لشکر سے خالی ہوگیا تو اس کو یقین تھا کہ فرنگی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ملک پر ضرور قابض ہو جائیں گے اور اس اندیشہ کے مدِ نظر بہادر شاہ محمد آباد چینپانیر سے بہ تعجیل تمام سورت اور جونا گڑھ کے علاقوں میں چلا آیا تاکہ فرنگیوں کو گجرات میں آنے سے روکے اور آنے کے بعد جس طرح بھی ہو سکے واپس کردے۔

چند روز کے بعد پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں پر سوار ہو کر بندر دیو میں وارد ہوئے۔ بادشاہ نے ان کے سردار کو اپنے یہاں بلایا۔ لیکن سردار نے مصلحتِ وقت کے لحاظ سے بیماری کا عذر کیا۔ بادشاہ سردار کی عیادت کے لیے روانہ ہوا اور اپنی کشتی میں سوار ہو کر اس مقام پر پہونچا جس جگہ کہ فرنگیوں کی کشتیاں لنگر انداز تھیں بادشاہ اپنی کشتی سے فرنگیوں کے بڑے جہاز میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد مکر و فریب کے آثار پیدا ہو گئے۔ بادشاہ اپنی کشتی کی طرف واپس ہوا۔ اور جب اترنے لگا تو فرنگیوں نے جہاز کو حرکت دی جس کے باعث بادشاہ اپنی کشتی میں آنے کی بجائے دریا میں گر گیا۔ اور ایک غوطہ کھا کر پانی سے سر نکالا تو ایک فرنگی نے جہاز سے سر پر نیزہ مارا اور اس کے صدمہ سے بادشاہ ایسا ڈوبا کہ پھر ادھر نہ سکا۔ اِس واقعہ کے بعد بندر دیو فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

گجرات

منتخب التواریخ جلد دوم صـ۱۴۶۔ طبقات اکبری صـ۲۹۷، مآثر رحیمی جلد دوم صـ۴۸۴، تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم صـ۲۲۶۔ ترجمہ انگریزی جلد چہارم صـ۱۴۷

سنہ ۹۴۹ھ بحرِ عمّان کے ساحل پر سلطان محمود (سنہ ۹۴۴ھ ۹۶۱ھ) نے غضنفر آقا خداوند خاں رومی کے اہتمام سے سورت کا قلعہ تعمیر کرایا۔ اس قلعہ کے تیار ہونے سے پہلے فرنگی سورت کے مسلمانوں کو طرح طرح سے تکالیف دیا کرتے تھے۔

دورانِ تعمیر میں فرنگیوں نے جہازوں پر آکر کئی مرتبہ مزاحمت کی اور ہر مرتبہ سخت لڑائیوں کے بعد فرنگیوں نے شکست پائی۔

قلعہ سورت کا حصار نہایت مستحکم و استوار ہے اس کے دو جانب خشکی سے متّصل ہیں اور اس طرف خندق بنی ہوئی ہے جو بیس[۲۰] گز عریض ہے۔ دیوار پتّھر اور چونے سے تعمیر ہوئی ہے۔ اس کا عرض پچیس[۲۵] گز اور بلندی بیس[۲۰] ذرع ہے۔ سب سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ دیوار کے پتّھروں کو فولاد کی کڑیوں سے وصل کیا ہے اور ان کے سوراخوں اور درزوں میں سیسہ گلا کر بھرا ہے۔ چوکھنڈی اس کی فرنگیوں کے طریق سے بنائی ہے۔ قلعہ جب بن چکا تو رومیوں کے بے شمار توپ اور ضراب زن کو جو سلیمانی کہلاتے تھے اور جونا گڈھ میں رکھے ہوئے تھے وہاں سے لاکر قلعہ میں جابجا نصب کر دیا۔

بیجاپور

تاریخ فرشتہ۔ فارسی جلد دوم ص ۳۰ ، انگریزی ترجمہ جلد سوم ص ۹۵

خافی خاں جلد سوم ص ۳۱۵

۹۵۲ھ ابراہیم عادل شاہ اوّل (۹۴۱ھ ۔ ۹۶۵ھ) کے ظالمانہ حرکات نے خلائق کو ہراساں و پریشان کر دیا بعض نے ارادہ کیا کہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو اُس کی جگہ تخت پر بٹھایا جائے۔ قبل اس کے کہ عملی جامہ پہنے یہ سازش بادشاہ پر کھل گئی۔ ابراہیم نے سیاست کا بازار گرم کر دیا اور خلق کثیر اس کی پاداش میں قتل ہو گئی۔ شاہزادہ عبداللہ نے مشکل سے جان بچائی۔ بیجاپور سے فرار ہو کر بندر گوا میں آیا اور فرنگیوں کے پاس پناہ گیر ہوا۔ فرنگیوں نے شاہزادہ کو عزّت واحترام کے ساتھ رکھا اور ایک مدت کے بعد بعض امرا نے برہان نظام شاہ (۹۱۴ھ ۔ ۹۶۱ھ) اور جمشید قطب شاہ کی امداد سے پھر ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے شاہزادہ عبداللہ کو بادشاہ بنانا چاہا۔ شاہزادہ کے حامیوں کی فوج بھی بندر گوا میں جمع ہو گئی۔ فرنگیوں نے شاہزادہ کو تخت نشین بھی کر دیا۔ لیکن

اسد خاں کے رضامند نہ ہونے سے یہ تجویز بے کار ہوگئی۔ اس کے بعد ایک مدت تک شاہزادہ گوا میں مقیم رہا۔

احمد نگر

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم ص ۱۲۴ ۔ ترجمہ انگریزی جلد سوم ص ۲۳۹

۹۶۶ھ حسین نظام شاہ (۹۶۱ھ ۔ ۹۷۲ھ) نے مولانا شاہ محمد استاذ نیشاپوری اور رومی خاں چلپی کو ریوڈنڈہ کی مہم پر روانہ کیا۔ کیوں کہ اس مقام پر فرنگیوں نے حد سے تجاوز کیا تھا اور مسلمانوں کو پریشان کرنے لگے تھے۔ لیکن حملہ ہونے کے بعد فرنگیوں نے پشیماں ہوکر آیندہ محتاط رہنے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد بادشاہی لشکر نے احمد نگر کی جانب مراجعت کی۔

بیجاپور

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم ص ۴۲ ۔ انگریزی ترجمہ جلد سوم ص ۱۳۴

۹۷۷ھ علی عادل شاہ اوّل (۹۶۵ھ ۔ ۹۸۸ھ) نے گوا کو تسخیر اور فرنگیوں کے استیصال کا ارادہ کیا۔ اس لڑائی میں بادشاہ کا بے شمار لشکر تباہ ہوگیا۔ لیکن بادشاہ کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا۔

احمد نگر

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم ص ۱۳۳ ۔ ترجمہ انگریزی جلد سوم ص ۲۵۴ ۔ خافی خاں جلد سوم ص ۲۰۳

۹۷۷ھ ریوڈنڈہ کے فرنگی قلعہ کے استحکام پر مغرور ہوکر مسلمانوں کو حقیر سمجھنے اور ملک میں طرح طرح سے فتنہ وفساد مچانے لگے تو میر تقی نظام شاہ (۹۷۲ھ ۔ ۹۹۶ھ) نے میر جمال الدین حسین، شاہ میر تقی خاں اور دوسرے سادات انجو سے مشورہ کرنے کے بعد قلعہ ریوڈنڈہ پر حملہ کیا۔ فرنگی برابر مقابلہ کرتے رہے۔ محاصرہ نے دو سال طول کھینچا۔ فرنگیوں کی توپ و تفنگ کے باعث مسلمانوں کی کثیر تعداد روزانہ مرتی تھی۔ موت کا بازار اس قدر گرم تھا کہ مُردوں کی تجہیز و تکفین کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک مدت کے بعد مسلمانوں نے قلعہ کی رسد روک دی۔ جس کے باعث فرنگیوں کو

سخت پریشانی ہوئی۔ یہاں تک نوبت پہونچی کہ قلعہ خالی کرکے دوسری جگہ پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں احمد نگر کے بعض امیروں نے فرنگیوں سے رشوت لینی شروع کی اور اس کے معاوضہ میں رات کے وقت خورونوش کا سامان پہونچانے لگے۔ اس تدبیر سے فرنگیوں کو اطمینان ہوگیا۔ محاصرہ کے طول پکڑنے سے بادشاہ کی طبیعت تنگ آگئی اور جب فرنگیوں کے ساتھ امرا کے مل جانے کا حال معلوم ہوا تو ناگزیر محاصرہ اُٹھا کر احمد نگر کو واپس چلا آیا۔

بحر عرب، بیجاپور، احمد نگر

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم ص ۳۷۳۔ انگریزی ترجمہ جلد چہارم ص ۵۴۰۔ اخبار محبت (ایلیٹ ہسٹری۔ جلد ہشتم ص ۳۸۹)

سنہ ۹۷۹ھ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (سنہ ۹۶۳ھ۔ سنہ ۱۰۱۴ھ) کے جہاز حاجیوں کو لے کر بندر جدہ سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں فرنگیوں نے اُن کو لوٹ لیا۔ جو مسلمان سوار تھے اُن کی سخت اہانت کی۔

بنادر عادل آباد و قراہٹن کو جو علی عادل شاہ (سنہ ۹۶۵ سنہ ۹۸۸ھ) کی عملداری میں تھے جلاکر تاراج کر دیا۔

فرنگی بندر دابل میں تجارت کے لیے آئے۔ لیکن مکر وحیلہ سے اُس پر قبضہ کرنا چاہا۔ دابل کے حاکم خواجہ علی ملک التجار شیرازی کو ان کے ارادے سے اطلاع ہوئی تو فرنگیوں کے ایک سو پچاس معتبر آدمی اُس نے مار ڈالے اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔

جلال الدین اکبر کے جہازوں کو جب فرنگیوں نے گرفتار کیا تو اُس زمانہ سے بادشاہ نے اپنے جہازوں کو عرب وعجم کے بنادر کی جانب روانہ کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اُن کی روانگی کے لیے فرنگیوں سے قول نامہ کو لینا اپنے لیے ننگ وعار کا باعث سمجھا۔ بغیر قول نامہ لیے روانہ کرنے میں آدمیوں کی ہلاکت اور مال کے ضائع جانے کا اندیشہ تھا۔ لیکن بادشاہ کے دوسرے امرا مثلاً مرزا عبدالرحیم خانخانان وغیرہ

قول نامے لے کر اپنے جہاز روانہ کیا کرتے تھے۔

احمد نگر

تاریخ فرشتہ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۵۴۔ انگریزی ترجمہ جلد سوم صفحہ ۲۸۴

خافی خاں جلد سوم صفحہ ۲۳۹

سنہ ۱۰۰۱ھ

برہان نظام شاہ ثانی (سنہ ۹۹۹ھ سنہ ۱۰۰۳ھ) نے ریوڈنڈہ کے فرنگیوں کا استیصال کرنا چاہا۔ امرا کی ایک جماعت بندر چیول کی طرف روانہ کی اور اُن کو حکم دیا کہ اُس پہاڑ پر جو سمندر کے کنارے واقع ہے اور جس کے دامن سے فرنگیوں کی کشتیاں قلعہ ریوڈنڈہ میں آیا جایا کرتی ہیں ایک سنگین قلعہ تعمیر کیا جائے۔ قلعہ کا رُخ گزرگاہ کی جانب رہے اور اُس کے برج و بارہ پر توپ اور ضرب زن نصب کیے جائیں۔ اس طرح پر فرنگیوں کی رسد روک دی جائے۔ جب قلعہ تیار ہو گیا تو اُس کا نام کھوڑلہ رکھا۔ فرنگیوں نے آمد و رفت کے لیے رات کا وقت مقرر کیا اور اُن کے دوسرے بندرگاہوں سے سامان رسد آنے لگا۔ فرنگیوں نے کھوڑلہ پر دو مرتبہ شبخوں مارا۔ اس ہنگامہ میں ہر مرتبہ دو یا تین ہزار دکنی مارے گئے۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے فرہاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دس ہزار سوار دے کر کھوڑلہ کی حفاظت پر تعینات کیا۔ اسی دوران میں دیو، بسی اور دمن کے بندرگاہوں سے ریوڈنڈہ میں کافی مدد آگئی۔ بادشاہ نے بھی بہادر خاں گیلانی کو امرائے غریب کے ساتھ ریوڈنڈہ کی مہم پر روانہ کیا اور اُس کو ان بہادروں کا سرلشکر قرار دیا۔ ۱۷ شوال سنہ ۱۰۰۱ھ کو فرنگیوں کے ایک ہزار سپاہی برسرِ پیکار ہوئے۔ مسلمانوں نے مردانگی سے مقابلہ کیا۔ سو فرنگی اور دو سو نصرانی مارے گئے۔ مسلمانوں نے فرنگیوں کو پسپا کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

فرہاد خاں۔ اسد خاں۔ تاج خاں۔ دولت خاں وغیرہ امرا نے جو قلعہ کھوڑلہ کی حفاظت پر مامور تھے ریوڈنڈہ کی رسد کو اس اہتمام سے روکا کہ فرنگی تنگ آ کر قلعہ چھوڑنے کے قریب ہو گئے۔ اسی اثنا میں امداد کے لیے دوسرے بندروں سے

فرنگیوں کی ساٹھ کشتیاں آگئیں اور شب کی تاریکی میں کھوڑلہ سے گزر کر ریوڈنڈہ تک پہونچ گئیں۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۰۱ھ کو طلوع آفتاب سے پہلے فرنگیوں نے قلعہ کھوڑلہ پر یورش کی۔ تاج خاں کی فوج قلعہ سے باہر تھی جو اس ہنگامہ سے سراسیمہ ہو کر قلعہ میں داخل ہونے لگی۔ اس کے پیچھے ہجوم کر کے فرنگی بھی قلعہ میں گھس آئے مسلمان خواب سے بیدار ہو کر ششدر و حیران رہ گئے۔ فرنگیوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ دس بارہ ہزار مسلمان بیل بکری کی طرح ایک گھنٹہ میں ذبح ہو گئے۔ فرہاد خاں زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔ باقی امرا کو فرنگیوں نے مار ڈالا۔ کھوڑلہ کی سنگین دیوار توڑ دی۔ توپ، ضرب زن اور دوسرا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔

ضمیمۂ رابع

حکیم محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ کا گیارہواں مقالہ

تحفۃ المجاہدین کا خلاصہ اور حکّام ملیبار کا تذکرہ

سلاطین ملابار کے مفصل حالات کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہیں میری اس تالیف کا ماخذ صرف کتاب تحفۃ المجاہدین ہے۔ میں اس کتاب سے قدرے حالات اس ملک کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ملابار ہندوستان کا ایک حصّہ ہے جو دکن کی جانب رو بہ جنوب واقع ہے۔ قتل رامراج کے واقعہ سے قبل والیانِ ملابار حکام بیجانگر و کرناٹک کے مطیع و فرماں بردار رہے اور ہمیشہ تحائف و ہدایا بھیج کران ممالک کے حکام کو رضامند کر کے اپنے ملک کی حفاظت میں مصروف رہے۔ قدیم زمانہ میں ظہور اسلام سے پیشتر اور اس کے بعد بھی یہود و نصاریٰ دریا کی راہ سے برسم تجارت اس ملک میں آمد و شد کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافع دنیوی کی وجہ سے اہل ملابار اور ان تجار کے درمیان رابطۂ اتحاد مستحکم ہوا اور بعض نصرانی و یہودی تاجروں نے مستقل سکونت ملابار میں اختیار کر لی۔ مختصر یہ کہ ظہور اسلام تک اس ملک کی یہی حالت رہی۔

جیسا کہ مذکور ہوا ۲ سنہ ہجری کے بعد عربی و عجمی مسلمانوں کا ایک گروہ قدمگاہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زیارت کے ارادہ سے بندرگاہ عرب سے سوار ہو کر جزیرہ سرانديب روانہ ہوا۔ لیکن بادِ مخالف نے کشتی کو تباہ کیا اور یہ مسافر ملابار کے ساحل پر

پہنچ گئے۔ مسلمانوں کا یہ گروہ شہر کدنگلور وارد ہوا۔ اس شہر کا حاکم جو کامل عقل اور پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا سامری کے نام سے موسوم اور رعایا میں بے حد ہردل عزیز تھا۔ درویشوں کا ایک گروہ سامری سے ملا اور ہر قسم کی گفتگو باہم ہونے لگی۔ سامری نے ان درویشوں کے مذہب کی بابت سوال کیا۔ ان غربا نے جواب دیا کہ دین اسلام کے پیرو ہیں اور ہمارے نبی کا نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سامری نے کہا کہ میں نے یہود و نصاریٰ سے جو اس دین کے بے حد مخالف ہیں) یہ سنا ہے کہ دین اسلام عرب و عجم میں خوب رائج ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے اب تک مسلمانوں سے ملاقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا خوبی قسمت سے تم لوگ یہاں آ گئے ہو۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اور آپ کے معجزات و واقعات نہایت صداقت و دیانت کے ساتھ میرے روبرو بیان کرو۔ ان درویشوں میں سے ایک صاحب نے جو علم و تقویٰ میں سب سے بہتر تھے ایسی صداقت انگیز گفتگو کی کہ سامری کے دل میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ اثنار تقریر میں معجزہ شق القمر کا بھی ذکر آیا سامری نے کہا کہ یہ معجزہ تو نبوت کی بدیہی دلیل ہے اور اگر یہ اعجاز ثبوت ہے اور اسے سحر و ساحری سے کوئی تعلق نہیں ہے تو یقین ہے کہ قرب و دور ہر شہر و قریہ کے باشندوں نے اسے دیکھا ہوگا۔ ہمارے شہر کی رسم یہ ہے کہ جب کبھی کوئی بڑا واقعہ پیش آتا ہے تو ارباب قلم دفتر شاہی میں اس حادثے کو لکھ دیتے ہیں میرے آبا و اجداد کے عہد حکومت کے دفاتر موجود ہیں انھیں دیکھ کر ابھی تمھارے قول کا صدق و کذب تم پر ظاہر کرتا ہوں۔ سامری نے اہل دفتر کو طلب کیا اور حکم دیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانۂ مبارک کا دفتر راجہ کے روبرو پیش کریں۔ سامری کے حکم کا امتثال کیا گیا اور اس دفتر میں مرقوم تھا کہ فلاں تاریخ یہ دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر باہم مل گیا۔ سامری پر دین اسلام کی حقیقت ظاہر ہوئی اور وہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ سامری نے اپنے اعیان ملک کے خوف سے اپنا اسلام علانیہ ظاہر نہ کیا اور مسلمان تاجروں کو بے حد انعام واکرام دے کر رخصت کیا اور ان سے عہد لے لیا کہ قدم گاہ حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت سے فارغ ہو کر ملا بار واپس آئیں۔ مسلمان

درویش، سامری سے رخصت ہوکر سرانڈیپ وارد ہوئے اور وہاں قدم گاہ شریف کی زیارت کرکے بلدۂ کدنگلور واپس آئے۔ سامری مسلمانوں کی واپسی سے بے حد خوش ہوا اور ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ سامری نے حرمین شریفین کے سفر کی طیاری کی لیکن چونکہ علانیہ اس کام کو انجام نہ دے سکتا تھا اس معاملہ میں ایک تدبیر سوچی اور خفیہ طور پر مسلمانوں کو زر و مال دے کر ان کو حکم دیا کہ اپنی کشتی تیار کریں اور آذوقہ و سامان ضروری کثرت سے اس کشتی میں یک جا کرلیں۔ اس انتظام کے بعد سامری نے اپنے ارکانِ دولت و اعزّہ و اقارب کو ایک مجلس میں جمع کرکے ان سے کہا کہ اب مجھ پر عبادت الٰہی کا شوق غالب ہوچکا ہے میں چاہتا ہوں کہ گوشۂ خلوت میں بیٹھکر مخلوق سے کنارہ کش ہوں اور خالق کی عبادت میں اپنی عمر کے بقیہ ایام بسر کروں چوں کہ ایسی حالت میں تم کو مجھ سے ملاقات کا موقع حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے میں اپنے قلم سے ایک دستور العمل لکھکر تمھارے سپرد کرتا ہوں تاکہ تم انھیں احکام کے مطابق تمام مہمات شاہی کو انجام دو اور عرض مکرر کے محتاج نہ رہو۔ طویل گفتگو کے بعد یہ امر طے پایا کہ ارکین دربار نے شدید قسموں کے ساتھ سامری کے حکم کی تعمیل کا اقرار کیا۔ راجہ نے اپنے قلم سے ایک دستور العمل لکھا اور تمام ملک ملابار کو اپنے معتمد امیروں پر تقسیم کرکے ان سے کہا کہ جو ملک جس کے نام اس دستور العمل میں مرقوم ہے ہمیشہ کے لیے اس کی اور نیز اس امیر کی اولاد کی ملک تصور کیا جائے گا۔ امیروں کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر نظر نہ اٹھائیں اور اگر حکام کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو اس کی نزاع کی وجہ سے ملک تباہ و ویران نہ ہونے پائے اور ایک دوسرے کے ملک پر قبضہ نہ کرے۔ سب سے اہم امر یہ ہے کہ بادشاہ کے قتل کرنے اور اس کے مقتول ہونے سے ہمیشہ خائف رہنا اور اگر بادشاہ کسی معرکہ میں قتل ہوجائے تو جب تک کہ حریف کے تمام سپاہ و لشکر اور اس کی آل و اولاد کو قتل اور اس کے ملک کو تباہ و برباد نہ کرلینا آرام سے گھر میں نہ بیٹھنا۔ مورخ فرشتہ کہتا ہے کہ تحریر کتاب کے وقت تک جو ۱۰۱۵ھ ہجری ہے اہل ملابار بادشاہ کے قتل سے بے حد ڈرتے ہیں اور باوجود اقتدار کے کوئی امیر اپنے سے کم مرتبہ حاکم پر فوج کشی نہیں کرتا اور اس میں شبہ نہیں کہ اس قاعدہ پر

اہل ملیبار کا طرز عمل تمام عالم سے جدا ہے۔
کہتے ہیں کہ سامری نے ملک کو اپنے تمام امراء پر تقسیم کیا لیکن اتفاق سے تقسیم کے وقت ایک امیر موجود نہ تھا جو بعد میں راجہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ راجہ بے حد فکرمند ہوا اور اپنی تلوار کمر سے کھول کر اس امیر کو دی اور اس سے کہا کہ ملابار کا جس قدر حصۂ ملک تم اس تلوار سے فتح کروگے وہ تمھاری اور تمھاری اولاد کی ملک سمجھا جائے گا اور میرے بعد تم اور تمھاری اولاد میں جو شخص حکمراں ہوگا وہ بھی میرے ہی نام سے موسوم ہوگا۔
مختصر یہ کہ سامری نے وصیت سے فراغت حاصل کر کے اراکین دربار سے کہا کہ میں مقام پر عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں اس درمیان میں ایک ہفتہ تک کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اراکین دربار کو یہ حکم دے کر راجہ خود رات کے وقت مسلمانوں کے ہمراہ جن کے سرگروہ مالک بن حبیب تھے کشتی میں سوار ہو کر مکۂ معظمہ روانہ ہوا۔ اہل ملابار ایک ہفتہ کے بعد مقررہ عبادت گاہ میں آئے اور راجہ کو وہاں موجود نہ پایا۔ اہل ملابار نے بالاتفاق کہا کہ سامری آسمان پر چڑھ گیا ہے اور دوبارہ نزول کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ملابار سال میں ایک شب سامری کی اس عبادت گاہ میں جشن کرتے ہیں اور پانی اور ایک جوڑ کھڑاؤ رکھ دیتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے زمین پر اترے تو پانی اور پاپوش اس کو موجود ملے۔ سامری سفر دریا کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ کشتی بندر قندریہ میں پہنچی مسافروں نے ایک شبانہ روز اس مقام پر قیام کیا اور یہاں سے بندر شجر وارد ہوئے اور سامری مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ راجہ نے مالک بن حبیب اور دوسرے مسلمان ہمراہیوں کو اپنے روبرو بلایا اور ان سے کہا کہ چوں کہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ملابار میں اسلام کو رائج کریں۔ رفاقت و مروّت کا تقاضا یہ ہے کہ حمیت اسلام کو منظور نظر رکھ کر دریا کے سفر کی زحمت گوارا کرو اور تم اور نیز دیگر مسلمان تجارت کے لیے دریا کی راہ سے اس ملک میں جاؤ اور وہیں اپنے مکانات بنا کر سکونت اختیار کرو تاکہ رفتہ رفتہ اس ملک میں دین اسلام کا رواج ہو اور باشندگان ملابار اسلام و بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے شیدائی ہو جائیں۔ مسلمانوں نے راجہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کہا کہ تمھاری عدم موجودگی

میں ہمارا اس ملک میں جاکر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے اس لیے کہ ملا بار کے
غیر مسلم باشندے یہود و نصاریٰ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ہر سہ فریق ہمارے دین و مذہب کے
سخت مخالف و دشمن ہیں ظاہر ہے کہ اس حالت میں یہ ہم کو کسی طرح بھی وہاں نہ رہنے
دیں گے۔ ہمارا اس ملک میں قدم رکھنا ہی دشوار ہے چہ جائے کہ ہم وہاں توطن اختیار کریں۔
سامری نے مسلمانوں کی گفتگو سن کر تھوڑا غور کیا اور ایک فرمان اپنے قلم سے امرائے ملا بار کے
نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ سامری کی جانب سے جو خدا کے حکم سے اس وقت تم سے جدا
ہے لیکن عن قریب پھر تمہارے دیدار سے بہرہ مند ہوگا۔ تم سب کو معلوم ہو کہ مجھکو ہمیشہ اپنے
پاس سمجھ کر میرے نوشتہ و دستور العمل کے پابند رہو اور ان احکام سے سر مو تجاوز نہ کرو۔
اور یہ سمجھو کہ دین و دنیا کی تمام سعادت انھیں قوانین پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔ اس
زمانہ میں صداقت شعار مالک بن حبیب اور خدا پرستوں کا ایک گروہ جس میں فلاں فلاں
اشخاص داخل ہیں اور تمام افراد نیک نفس اور نیک اعتقاد ہیں برسم تجارت ملا بار کا سفر
کر رہے ہیں ان تاجروں کے حالات سے مجھے پوری واقفیت ہے، اس لیے اپنا فریضہ سمجھ کر
میں اس گروہ کی تم سے سفارش کرتا ہوں تم کو چاہیئے کہ ان کے ورود کو باعث برکت
سمجھ کر ان کی تعظیم و تکریم کرو اور مہمان داری کے تمام شرائط بہ احسن وجوہ انجام دے کر
ان تمام ضرورتوں کے مہیا کرنے میں اس گروہ کی پوری امداد و اعانت کرو۔ اس گروہ کو تمام
دیگر جماعتوں سے جو اس ملک میں برسم تجارت وارد ہوں بزرگ و برتر سمجھ کر بے حد مبالغہ
و اصرار کے ساتھ ان کو مجبور کرو کہ ہمیشہ اس نواح میں آمد و شد جاری رکھیں بلکہ ان کے
ساتھ ایسا سلوک کرو کہ اس گروہ کو تمہارے ملک میں سکونت اختیار کرنے کا شوق پیدا ہو
اور یہ بزرگ افراد ملا بار میں آباد ہو کر مکانات و مساجد تعمیر کرائیں اور باغات نصب کریں۔
اس امر کی کامل نگہداشت کرو کہ خود اہل ملا بار و نیز دیگر اقوام کے تجار و مسافران کو
کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکیں۔"

سامری نے مذکورۂ بالا فرمان مسلمانوں کو دیا اور ان سے کہا کہ میری موت اور
میرے سفر کا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا اور میرا یہ فرمان حاکم کدنگلور کو پہنچا دینا۔ خدا سے

اُمید ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ایسا سلوک کرے گا کہ تم بے حد راضی و خوش ہوگے۔ سامری نے اپنا تمام مال و اسباب مسلمانوں کو تقسیم کر دیا اور خود جنّت کی راہ لی اور بندر شجر میں پیوند خاک کر دیا گیا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ سامری نے جناب سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے بابرکت عہد میں معجزہ شق القمر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تحقیق حال کے لیے تمام اطراف و جوانب میں اپنے معتبر ملازمین روانہ کیے۔ بڑی کوشش کے بعد معلوم ہوا کہ سرزمین عرب میں ختم المرسلین روحی فداہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور شق القمر کو اپنے معجزات میں ایک بیّن دلیل رسالت کی ظاہر فرمایا ہے۔ سامری اس خبر کو سُن کر کشتی پر سوار ہوا اور زیارت جمال باکمال سے باجازت سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے ملک کو واپس ہوا۔ سامری مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ شہر ظفار میں پہنچا اور مرض الموت میں علیل ہوکر راہی جنّت ہوا۔ سامری کا مزار اب تک شہر مذکور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

بہرنوع جو روایت بھی صحیح ہو مسلمانوں کے اس گروہ میں راجہ کے ہمراہ ملابار روانہ ہوا تھا شرف بن مالک اور ان کے برادر اخیافی مالک بن دینار اور ان کے برادر زادے مالک بن حبیب بھی شامل تھے۔ یہ گروہ سامری کا نوشتہ اپنے ساتھ لے کر ملابار پہنچا اور حاکم شہر کدنگلور کو سامری کا خط پہنچایا۔ حاکم نے مرحوم راجہ کے خط کی شناخت کی اور اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور ان سے سوال کیا کہ سامری کہاں ہے اور کس مطلب کے لیے اس نے تمھارے ہمراہ سفر اختیار کیا ہے۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ سامری ہمارا ہم سفر نہ تھا اور نہ ہمیں اس کی بابت کچھ علم ہے۔ ہم دریائے شجر کے کنارے کشتی پر سوار ہو رہے تھے ہم نے سامری کو دیکھا اور اس سے ترکِ وطن کی بابت سوال کیا۔ اس نے سوال کا مطلق جواب نہ دیا۔ لیکن جب راجہ کو معلوم ہوا کہ ہم ملابار جا رہے ہیں تو اس نے یہ خط لکھ کر ہم کو دیا اور ہدایت کی کہ ہم یہ نامہ تم تک پہنچا دیں جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے زیادہ ہم کو واقفیت نہیں ہے۔

باشندگانِ ملابار کا عقیدہ یہ تھا کہ سامری زندہ بالائے آسمان چلا گیا ہے۔ اس فرمان کے پہنچتے ہی بلدہ کدنگلور و نیز دیگر بلاد ملابار میں شادیانے بجنے لگے اور حاکم کدنگلور نے مسلمانوں کو عمدہ مکانات میں مقیم کرایا اور ضیافت و مہمان داری میں کوئی

دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ضیافت وخاطرداری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں سے
ان کے مقاصد واحوال کے بابت سوال کیا۔ راجہ کو اس جماعت کے ورود کی غرض کا علم ہوا
اور اس نے ملابار کے تمام حکام وعمّال ونیز رعایا کے نام پروانہ جات روانہ کئے جن کا مضمون
یہ تھا کہ مالک بن حبیب مع اپنے ہمراہیوں کے اس ملک میں تشریف لائے ہیں یہ گروہ جس قصبے
اور قریے میں پہونچے اپنی پسند کے موافق مکانات ومساجد وباغات کے لیے مرغوب عمدہ
زمین کا انتخاب کرسکتا ہے۔ سامری کا حکم ہے کہ اس گروہ کے ساتھ اس قسم کی رعایت کی جائے
اور ہر شخص ان کی خدمت کو سعادت دارین سمجھ کر سامری کی عنایات کا اُمیدوار رہے۔
مالک بن حبیب نے مع دیگر مسلمانوں کے سب سے پہلے کدنگلور میں مسجد تعمیر کرائی اور
مکانات وباغات تعمیر ودرست کر کے اس ملک میں فروکش ہوئے۔ تھوڑے زمانے کے بعد مالک
بن حبیب اپنے عیال وفرزندوں کے ہمراہ ملابار کی سیر کے لیے روانہ ہوئے۔ سب سے
پیشتر کولم (کولین) بر گزمیں وارد ہوئے اور اس مقام پر بھی کدنگلور کی طرح مساجد ومکانات
وباغات کا پورا انتظام کر کے اپنے عیال واطفال کو کولم میں چھوڑا اور خود ہلی ماراوی میں
وارد ہوئے۔ یہاں بھی مناسب انتظام کر کے جرفین۔ قندریہ، حالیات۔ فاکنور۔ منگلور و
کالنجر کوٹ کی سیر کی اور ہر شہر میں مساجد ومکانات وباغات کا پورا انتظام کر کے ہر مقام پر مسلمانوں
کو آباد کیا اور ان کو صوم وصلوٰۃ واذان کی وصیت کر کے خود کولم واپس آئے۔ ملابار کے
اکثر مسلمان شافعی المذہب ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مالک بن حبیب وسامری وغیرہ
تمام مسلمان فروعات میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلّد تھے۔
غرض کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی آمد وشد اس ملک میں زیادہ ہوئی اور ملابار کے اکثر
حکام نے ملابار کی تقلید کر کے عرب تاجروں کو سواحل دریا پر مساکن تعمیر کرانے کی اجازت دی
اور ان کو "نوریت" کے لقب سے جس کے معنی خداوند یعنی صاحب وآقا کے ہیں مخاطب کیا۔
یہود ونصاریٰ مسلمانوں کی اس عزت سے آتش حسد میں جلنے لگے اور ان حاسدوں نے
اہل اسلام کی عداوت پر کمر باندھی لیکن دکن وگجرات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور دکن
میں دین حق پوری طور پر رائج ہو چکا تھا۔ مخالفین نے خاموشی اختیار کی اور اظہار عداوت

نہ کر سکے۔

۹۰۰ھ ہجری تک اہل اسلام اپنے دشمنوں کی شر سے محفوظ رہے لیکن اس کے بعد شاہان دکن کی قوت میں ضعف پیدا ہوا اور اہل فرنگ کو شاہ پرتگال کی طرف سے اجازت ہوئی کہ بحر ہند کے سواحل پر قلعے تعمیر کریں۔

۹۰۴ھ ہجری میں چار کشتیاں پرتگال سے بندر قندریہ پر لنگر انداز ہوئیں اور نصرانی تجار کالی کوٹ میں وارد ہوئے۔ ان پرتگیزی تاجروں نے اس مقام کے حالات اور یہاں کے باشندوں کی طبیعت اور ان کے اخلاق سے واقفیت حاصل کر کے اپنے ملک کی راہ لی۔

۹۰۵ھ ہجری میں پرتگال سے چھ کشتیاں کالی کوٹ پر لنگر انداز ہوئیں اور اس مرتبہ نصاریٰ نے اہل ملابار سے کہا کہ مسلمانوں کو عرب کے سفر سے ممانعت کر دی جائے، ہم ان سے زائد تم کو منافع تجارت ادا کریں گے۔ سامری نے نصرانیوں کی یہ درخواست قبول نہ کی اور نصاریٰ نے لین دین میں مسلمانوں پر جبر و ظلم کرنا شروع کیا۔ سامری نے غضب ناک ہو کر نصاریٰ کے قتل عام کا حکم دیا اور اہل ملابار نے ان کے مال و اسباب کو تباہ و تاراج کر ڈالا۔ ستر عالی مرتبہ فرنگی قتل ہوئے اور بقیہ اپنی جان بچا کر بندر کوچی کو روانہ ہو گئے۔ کوچی کا حاکم سامری کا دشمن اور اس کا بدخواہ تھا۔ اس راجہ نے نصرانیوں کو پناہ دے کر ان کو اپنے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دی۔ نصاریٰ نے حاکم کوچی کی اجازت سے بندرگاہ کے قریب ایک قلعہ تعمیر کیا اور ساحل دریا کی مسجد کو شہید کر دیا اور اسے اپنا کلیسا بنا لیا۔ قلعہ مذکور پہلا حصار ہے جو فرنگیوں نے بحر ہند کے ساحل پر تعمیر کیا ہے۔ اسی دوران میں بندر کنور کے باشندوں نے بھی نصاریٰ سے اتحاد کیا اور اہل فرنگ نے یہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کر کے آزادی کے ساتھ فلفل و زنجبیل (سیاہ مرچ و سونٹھ) کی تجارت شروع کی اور مسلمانوں کے کاروبار میں مانع آئے۔ سامری ان واقعات کو سن کر بے حد غضب ناک ہوا اور اس نے لشکر کشی کر کے بندر کوچی کے تین راجاؤں کو قتل کیا اور اس کے ملک کو تباہ کر کے واپس آیا۔ مقتول حکام کے وارثوں نے پھر جمعیت بہم پہنچائی اور ویران جنگل کو آباد کر کے فرنگیوں کے مشورے کے موافق جہاز رانی کا سلسلہ شروع کیا۔

حاکم کنور نے بھی یہی روش اختیار کی اور دریائی تجارت کا آغاز ہوا۔ سامری کا غصہ ہزار گنا زیادہ ہو گیا اُس نے اپنے تمام خزانوں کو صرفِ لشکر کیا اور دو یا تین مرتبہ کوچی پر لشکر کشی کی۔ چوں کہ اہل فرنگ ہر مرتبہ کوچی کے معین ہوتے تھے سامری اس پر غلبہ نہ حاصل کر سکا اور ہر مرتبہ ناکام واپس آیا۔ سامری نے مصر و جدّہ و دکن و گجرات کے فرماں رواؤں کے نام اس مضمون کے نامے روانہ کئے کہ اہل فرنگ مجھے اور میرے موروثی ملک کو حد سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن اپنے ذاتی نقصان کا مجھے زیادہ خیال نہیں ہے سب سے زیادہ جاں کاہ صدمہ مجھے اس بات کا ہے کہ نصاریٰ اہل اسلام کو طرح طرح سے آزار پہنچاتے ہیں با وجود اس کے کہ ہندو ہوں لیکن مسلمانوں کی حمایت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں اور اپنا روپیہ اور دولت مسلمانوں کی اعانت و امداد میں صرف کرتا ہوں اور اپنے حتی الوسع اہل اسلام کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ لیکن چونکہ شاہ پرتگال مجھ سے زیادہ طاقتور و دولت مند ہے اور ہمیشہ آلات حرب و مردان کارزار سے ملابار کے نصرانیوں کی حمایت و امداد کرتا رہتا ہے اور با وجود معرکہ آرائیوں کے بھی اس کی فوجی و مالی حالت میں کوئی نمایاں تغیر نہیں ہوتا۔ اس لیے مجھے شاہانِ اسلام کے مدد کی ضرورت پیش آئی ہے اگر دشمنان اسلام کی تباہی پر کمر ہمّت باندھ کر سپاہ و آلات حرب یہاں روانہ کرو گے اور اعدائے دین کے تباہ کرنے میں پوری کوشش کرو گے تو مجاہدین میں داخل ہو کر میدان حشر میں شارع اسلامؐ کے روبرو سُرخ رو ہو گے۔ سامری کے ان ناموں نے اثر کیا اور سب سے پیشتر قانصور غوری حاکم مصر نے امیر حسین نام ایک عہدہ دار کو مع تیرہ جہازوں کے جو سپاہ و آلات حرب سے معمور تھے جہاد کی غرض سے بندرگاہ ہند کو پر روانہ کیا۔ محمود شاہ گجراتی و محمود شاہ بہمنی نے بھی دیو و سورت و گووہ و دابل و جیول کی بندرگاہوں سے نہایت مستحکم کشتیاں مع سامان حرب کے روانہ کیں مصر کے جہاز پہلے بندر دیو میں لنگر انداز ہوئے اور اس کے بعد گجرات و دکن کے جہازوں کے ہمراہ بندر جیول کو جو اہل فرنگ کا مرکز تھا روانہ ہوئے۔ چالیس[۴۰] کشتیاں سامری کی اور چند عراب بندر گووہ و دابل کے بھی مصری جہازوں کے ساتھ شامل جنگ ہوئے۔

اہل فرنگ کی ایک کشتی جو سپاہیوں سے معمور تھی گرفتار ہوئی اور مسلمان جہاد سے
فراغت حاصل کر کے بندر دیو کی طرف واپس ہوئے۔ اہل فرنگ اُن کے تعاقب میں دفعۃً
وہاں پہنچ گئے اور حریف کو بے خبر پاکر آمادہ بہ قتل ہوئے۔ ملک ایاز حاکم بندر دیو و امیر حسین نے
مجبوراً جنگ آزمائی شروع کر دی لیکن کچھ کار برآری نہ ہوئی اور چند کشتیاں اہل مصر کی
گرفتار ہوئیں اور مسلمان شہید ہوئے۔ اہل فرنگ کامیاب اپنے بندرگاہوں کو واپس ہوئے
اسی اثناء میں سلیم سلطان شاہ روم سلاطین مصر غوریہ پر غالب آیا اور ان کی سلطنت بے سر
ہو گئی۔ سامری اس واقعے سے بے حد رنجیدہ ہوا اور اہل فرنگ کا ملک پر تسلط ہونے لگا۔
فرنگیوں نے سامری کی عدم موجودگی میں رمضان ۹۱۵ھ ہجری میں کالی کوٹ کا سفر
کیا اور حملہ کر کے پانچ سَو سواروں کو تہ تیغ کیا۔ بقیہ افراد نے بندرِ کولم میں پناہ
لی۔ اہل فرنگ نے بندر کولم کے زمینداروں سے صلح کر کے شہر سے نصف کوس کے
فاصلہ پر ایک قلعہ تعمیر کیا اور اپنی جمعیت کو فراہم کر کے اسی سال جیساکہ مذکور ہوا یوسف
عادل شاہ کے ملازمین سے جنگ کر کے بندر گوہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف عادل نے فوراً قلعہ کو
دوبارہ سر کر لیا۔ لیکن ایک مدّت کے بعد فرنگیوں نے دولت کثیر صرف کر کے حصار کے حاکم کو
اپنا بندۂ زر بنا لیا اور قلعہ پر قابض ہو گئے۔ اہل فرنگ نے ہندوستان کے بنادر میں اسی
بندرگاہ کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس کے استحکام و مرمت کی پوری کوشش کی۔ سامری باوجود
اس کے کہ غیر مسلم تھا لیکن چونکہ غیرت مند و صاحب احساس تھا یہ واقعات دیکھکر فرط رنج
سے بیمار ہوا اور دنیا سے کوچ کر گیا۔

۹۲۱ھ ہجری میں سامری نے وفات پائی اور اس کا بھائی سامری کا جانشین ہوا۔ اس
جدید فرماں روا نے اہل فرنگ سے صلح کر لی۔ فرنگیوں نے راجہ کی اجازت سے کالی کوٹ
کے قریب ایک نیا حصار تعمیر کرایا۔ راجہ نے اہل فرنگ سے یہ عہد و پیمان کیا کہ ہر سال
چار کشتیاں فلفل و زنجبیل کی عرب کی بندرگاہوں کو روانہ کرتے رہیں۔ نصاریٰ نے اوّل تو
اس عہد کو پورا کرنے کا اقرار کیا لیکن جب قلعہ طیار ہو گیا تو اس تجارت کو مسدود کر دیا اور اس
ملک کے مسلمانوں پر جبر و ظلم شروع کیا۔ یہودیوں کا وہ گروہ جو شہر کدنکلور میں آباد تھا سامری کا

ضعف سلطنت دیکھکر مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا اور بے شمار مسلمان شہید ہوئے۔ سامری اپنی حرکات سے شرمندہ ہوا اور سب سے پہلے اس نے کدنکلور کا سفر کیا اور یہودیوں کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کا نام و نشان تک دنیا میں باقی نہ رہا۔ یہود کو تباہ کرنے کے بعد سامری نے مسلمانوں کے ہمراہ کالی کوٹ کا رُخ کیا اور فرنگیوں کے حصار کا محاصرہ کرکے بڑی محنت و جاں فشانی کے بعد حصار مذکور کو فتح کرلیا۔ اس واقعہ سے اہل ملابار کی حالت کچھ سنبھل گئی اور وہ اپنی کشتیاں اہل فرنگ سے معاہدہ کئے ہوئے بغیر عرب کے بندرگاہوں کو روانہ کرنے لگے۔

۹۳۰ سنہ ہجری میں اہل فرنگ نے حالیات کے حدود میں جو کالی کوٹ سے دو کوس کے فاصلہ پر آباد تھے حصار تعمیر کرایا اور ملابار کی کشتیوں کی فراحمت کرنے لگے اسی زمانے یعنی عہد برہان نظام شاہ بحری میں نصاریٰ نے بندر جیول کے قریب ایک قلعہ بنایا اور وہاں سکونت پزیر ہوئے۔

۹۴۱ سنہ ہجری یعنی بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں بندر دیسی و دمن و دیو کے بندرگاہوں پر بھی نصرانیوں کا قبضہ ہوگیا۔

۹۴۳ سنہ ہجری میں اہل فرنگ نے شہر کدنکلور میں ایک جدید قلعہ تعمیر کرکے کامل غلبہ حاصل کرلیا۔ اس اثنار میں سلطان سلیمان بن سلطان سلیم رومی نے ارادہ کیا کہ فرنگیوں کو ہندوستان کی بندرگاہوں سے خارج کرکے خود ان بنادر پر قبضہ کرلے۔

۹۴۴ سنہ ہجری میں سلطان سلیمان نے اپنے وزیر سلیمان پاشا کو سنو جہازوں کے ہمراہ بندرگاہ عدن پر روانہ کیا تاکہ پہلے اسی بندرگاہ کو جو سرراہ واقع ہے اپنے قبضے میں لائے اور بعد اس کے دیگر بنادر ہند کی طرف توجہ کرے۔ سلیمان پاشا نے شیخ غازی بن شیخ داؤد کو قتل کرکے بندرگاہ عدن پر قبضہ کیا اور بندرگاہ دیو کی جانب روانہ ہوا۔ سلیمان پاشا نے جنگ کی بنا ڈالی لیکن غلہ و آذوقہ کی قلت کی وجہ سے اس بندرگاہ کی تسخیر میں تاخیر واقع ہوگئی اور سلیمان پاشا بے نیل مرام تک روم کو واپس گیا۔

۹۶۲ سنہ ہجری میں اہل فرنگ نے ہرموز و مسکت و سقوطرہ و ملوہ و میلاپور و ناگ فتن

دمنگلور وسیلان ومیلان وبنگالہ وغیرہ بندرگاہوں پر سرحد چین تک قبضہ کرلیا اور ہر بندرگاہ پر
قلعہ تعمیر کرایا۔ سلطان علی آچی نے قلعہ سقوطرہ فتح کیا اور حاکم سیلان نے اہل فرنگ کو مغلوب کرکے
اپنے ملک کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ حاکم کالی کوٹ راجہ سامری جس کی بابت مشہور ہے
کہ یہ شخص اسی امیر کی نسل سے تھا جس کو سامری اوّل نے اپنی تلوار عنایت کی تھی اہل فرنگ
کے غلبہ سے بے حد پریشان ہوا اور علی عادل شاہ و مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس قاصد
روانہ کرکے اہل فرنگ کے مقابلہ میں صف آرا ہوکر ان کو اپنے ممالک سے خارج کردینے کی
استدعا کی۔

۹۷۹ سنہ ہجری میں سامری نے قلعہ عالیات کا محاصرہ کیا اور علی عادل و مرتضیٰ نظام
شاہ نے ریکندہ و بندر کووہ پر دھاوا کیا۔ سامری نے عالیات پر قبضہ کرلیا۔ مرتضیٰ نظام و
علی عادل اپنے ملازمین کی شامت اعمال سے جیسا کہ مذکور ہوچکا بلاکسی کاربراری کے واپس
آئے۔ اہل فرنگ کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ اور بڑھ گئی اور انھوں نے چند جہاز
جلال الدّین محمد اکبر بادشاہ کے جو مکّہ معظمہ سے واپس آرہے تھے۔ بندرگاہ جدّہ میں غارت کرکے
مسلمانوں کی سخت توہین کی۔ فرنگیوں نے علی عادل شاہ کے مقبوضہ بندرگاہ قراپٹن میں
آگ لگادی اور بندر وابل میں پہنچ کر ارادہ کیا کہ بطریق تجارت اس پر بھی قبضہ کریں۔
ملک التجار خواجہ علی شیرازی حاکم بندر نے پچاس ذی مرتبہ فرنگیوں کو تہ تیغ کرکے اس فتنے کو
فرو کیا۔ جلال الدّین اکبر بادشاہ نے جہازوں کے گرفتار ہوجانے کے بعد سے بنادر عرب و عجم کا
سلسلۂ جہازرانی موقوف کیا بادشاہ نے اہل فرنگ سے عہد و پیمان کرنا اپنی کسر شان سمجھا
اور بلاکسی عہد و پیمان کے جہازوں کو روانہ کرنا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو ضائع کرنا تھا،
بادشاہ نے خود تو کنارہ کشی کرلی لیکن میرزا عبدالرحیم خان خانخانان وغیرہ امرا، فرنگیوں سے
عہدنامہ کرکے جہازوں کو بنادر عرب و عجم کی طرف روانہ کرتے رہے۔

۱۰۱۹ سنہ ہجری میں نورالدّین محمد جہانگیر بادشاہ نے اہل فرنگ کے دوسرے گروہ کو جو
عقائد میں باشندگان پرتگال سے مختلف اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے
گجرات کے ایک مشہور بندرگاہ سورت میں توطن کی اجازت دی۔ سورت پہلا مقام ہے جہاں کہ

فرنگیان انگلیسی نے اپنی سکونت اختیار کی یہ لوگ عقائد میں دیگر اہل فرنگ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور خدا ایک ہے جو زن و فرزند سے بالکل پاک ہے۔ انگلیسی فرنگیوں کا بادشاہ دوسرا ہے یہ لوگ شاہ پرتگال کی رعایا نہیں ہیں۔ چوں کہ اس گروہ کو ابھی کامل اقتدار نہیں ہوا ہے اس لیے مسلمان سے اظہار محبت کرتے ہیں اور فرنگیانِ پرتگال کے تشنۂ خون ہیں اور جہاں کہیں کہ ان کو پاتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں۔ لیکن اب نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کی حمایت میں اپنے مخالفین کے قرب وجوار میں آباد ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ ان دونوں فریقوں کا آیندہ کیا حال ہوگا۔

تحفۃ المجاہدین میں مرقوم ہے کہ رعایائے ملا بار اکثر غیر مسلم ہیں اور ان کے قبائل کو نیار کہتے ہیں۔ عقائد نیار سے ایک تاگا مراد ہے جو عورت کی گردن میں باندھ دیا جاتا ہے اس کے بعد عورت ڈورا باندھنے والے اور اغیار سب کے لیے حلال ہے۔ چنانچہ ایک عورت کے متعدّد شوہر ہوتے ہیں اور ہر رات وہ جداگانہ مکان میں رہتے ہیں۔ نجّار و رنگریز و لوہار تمام فرقے نیاریوں کی رسم کے پابند ہیں سوائے برہمنوں کے جو اپنے رواج میں قطعاً مختلف ہیں۔ کھگر کے غیر مسلم باشندوں کا بھی یہی حال ہے اس لیے کہ یہ فرقہ قبل اسلام لانے کے اسی رسم کا پابند تھا اور وہ ایک عورت متعدّد شوہروں کی زوجہ ہوتی تھی اور جو شوہر کہ عورت کے گھر آتا تھا وہ اپنی علامت دروازہ کے باہر چھوڑ جاتا تھا تاکہ اگر شوہر دیگر آئے پاؤں اور نشان کو دیکھ کر واپس جائے۔ ان کھگروں کا قاعدہ تھا کہ جب کسی گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو دروازہ پر استادہ ہو کر باواز بلند اس لڑکی کے طلب گار کو آواز دیتے تھے اگر خوش قسمتی سے کوئی اس دختر کا خواہاں مل گیا تو فہوالمراد ورنہ غریب بچّی کو قتل کر ڈالتے۔

ملا بار کے برہمنوں کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی گھر میں چند برادرانِ حقیقی ہوتے ہیں تو صرف بڑا بھائی شادی کرتا ہے۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ وارثوں کی تعداد نہ بڑھے اور ان میں نزاع و فساد نہ ہونے پائے۔ دیگر برادرانِ خُرد شادی نہیں کرتے۔ فرقہ نیار کی عورتوں کو اپنی خدمت گزاری کے لیے نوکر رکھ لیتے ہیں برہمنوں کے والدین میں جب کبھی کوئی مرتا ہے

تو ایک سال کامل ماتم کر کے نوحہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نیاریوں میں یہ دستور ہے کہ جب ان کی مائیں یا ماموں یا برادر بزرگ فوت ہوتے ہیں تو یہ طبقہ بھی ایک سال ان کا ماتم کرتا ہے اور نیاری لذتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

باشندگان ملا بار کے تین طبقے ہیں اعلیٰ ادنیٰ و اوسط۔ اعلیٰ طبقہ کا کوئی فرد اگر ادنیٰ طبقہ کے کسی شخص سے میل جول کرتا ہے تو جب تک غسل نہیں کر لیتا اکل و شرب اپنے اوپر حرام سمجھتا ہے اور اگر اتفاق سے قبل غسل خورونوش کر لیتا ہے تو حاکم اسے گرفتار کر کے طبقۂ ادنیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور یہ زر خریدہ بدنصیب تمام زندگی غلامی میں بسر کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ مجرم ایسی جگہ مفرور ہو کر روپوش ہو جائے کہ کسی کو اس کے حال سے واقفیت نہ ہو۔ اسی طرح اعلیٰ طبقہ کے لیے ادنیٰ کے ساتھ کھانا پکانا ناجائز ہے اگر اعلیٰ طبقہ کا کوئی فرد ادنیٰ طبقے کے کسی ملازم کا پکایا ہوا کھانا کھا لیتا ہے تو برادری سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

میر جمال الدین حسین انجو جو چاند بی بی سلطانہ والیہ احمد نگر کی بہن کا شوہر ہے اپنی فرہنگ میں لکھتا ہے کہ ملیبار بہ فتح اول و کسر ثانی اس ملک کا نام ہے جو دریائے عمان کے ساحل پر اور دکن کے مشہور شہر بیجا نگر کے قریب واقع ہے اہل ملا بار کا رواج شرمناک ہے اور ایک عورت متعدد شوہروں کی زوجہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں[۵]

بہ بے نیازیِ او کعبہ خستہ و خوار است
بیا ؤ بیں کہ حرا بیش چوں ملیبار ست

ضمیمۂ خامس

(ہندوستان کے پرتگیزی گورنر اور ویسرائے)

			A. H.	A. D
1	Dom Francisco de Almeida	Vic.	911-915	505-1509
2	Alfonso de Albuquerque	Gov.	915-921	1509-1515
3	Lopo Soares de Albergaria	Gov.	921-924	1515-1518
4	Diogo Lopes de Sequeira	Gov.	924-928	1518-1521
5	Dom Duarte de Menezes	Gov.	928-931	1521-1524
6	Conde de Vidigueria	Vic.	931-	1524-
7	Dom Henrique de Menezes	Gov.	932-933	1525-1526
8	Lopo Vaz de Sampaio	Gov.	933-936	1526-1529
9	Nuno de Cunha	Gov.	936-945	1529-1538
10	Dom Garcia de Noronha	Vic.	945-947	1538-1540
11	Dom Estevad de Gama	Gov.	947-949	1540-1542
12	Martim Alfonso de Sousa	Gov.	949-952	1542-1545
13	Dom Joao de Castro	Gov. Vic.	952-954 954-955	1545-1547 1547-1548
14	Garcia de Sa	Gov.	955-956	1548-1549
15	Jorge Cabral	Gov.	956-957	1549-1550
16	Dom Alfonso de Noronha	Vic.	957-962	1550-1554
17	Dom Pedro Mascarenhas	Vic.	962-963	1554-1555

No.	Name		A. H.	A. D.
18	Francisco Barreto	Gov.	963-966	1555-1558
19	Dom Constantino de Barganza	Vic.	966-969	1558-1561
20	Conde de Redondo	Vic.	969-972	1561-1564
21	Joad de Medonca	Gov.	972-	1564-
22	Dom Antonio Noronha	Vic.	972-976	1564-1568
23	Dom Luiz de Athaide	Vic.	976-979	1568-1571
24	Dom Antonio de Noronha	Vic.	979-981	1571-1573
25	Antonio Moniz Barreto	Gov.	981-984	1573-1576
26	Dom Diogo de Menezes	Gov.	984-986	1576-1578
27	Dom Luiz de Athaide	Vic.	986-989	1578-1581
28	Fernao Telles de Menezes	Gov.	989-	1581-
29	Dom Francisco Mascarenhas	Vic.	989-992	1581-1584
30	Dom Duart de Menzes, Conde de Tarouca.	Vic.	992-997	1581-1588
31	Manoel de Sousa Coutinho	Gov.	997-1000	1588-1591
32	Mathias de Albuquerque	Vic.	1000-1006	1591-1597
33	Dom Francisco de Gama, Conde de Vidigueira	Vic.	1000-1009	1591-1600
34	Ayres de Soldanha	Vic.	1009-1014	1600-1605
35	Martim Alfonso de Castro	Vic	1014-1016	1605-1607
36	Dom Fr. Aleixo de Menezes, Archbishop of Goa	Gov.	1016-1018	1607-1609
37	Andre Furtado de Mendonca	Gov.	1018-	1609-
38	Ruy Lourenco de Tavora	Gov.	1018-1020	1609-1612

چمنستانِ مظفر اودھ کے ایک مردم خیز قصبہ کے ایک فاضل سید کی سوانح عمری جو نہایت دل چسپ عبرت انگیز اور سبق آموز معلومات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۸/

گنجینۂ سلیمانی شاہ آباد صوبۂ اودھ کے ایک نہایت نامور طبیب کی زندگی کے نہایت دل چسپ حالات جو اپنے فن اور کیریکٹر کے لحاظ سے ایک غیر معمولی شخص تھے اور اپنی زندگی میں بڑے بڑے کام انجام دئے قیمت عـہ/

حیاتِ محسن نواب محسن الدولہ محسن الملک سید مہدی علی نیر نواز جنگ بہادر کی سوانح عمری۔ نواب محسن الملک کی زندگی کا آغاز ایک معمولی سرکاری ملازمت سے ہوا۔ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لے گئے وہاں اس قدر عروج حاصل کیا کہ اعلیٰ حضرت نظام کے معتمد علیہ اور وزیر اعظم کے دست راست تھے۔ حیدرآباد سے واپس آکر علی گڑھ میں قیام کیا اور مسلمانوں کی شاندار تعلیمی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔ ایم اے او کالج کے آنریری سکرٹری رہے۔ یہ تمام واقعات نہایت خوبی سے بیان کئے گئے ہیں اور اپنے اندر مسلمانوں کے لیے بہت کچھ سبق رکھتے ہیں قیمت عـہ/۸

وقارِ حیات نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی حاجی محمد مشتاق حسین بہادر سابق ریونیو سکرٹری گورنمنٹ نظام و آنریری سکرٹری ایم اے او کالج و آل انڈیا مسلم لیگ کی سوانح عمری۔ یہ کتاب صحیح معنوں میں مسلمانوں کی پچاس سالہ تعلیمی، سیاسی اور قومی تاریخ ہے جس میں ہندوستان، گورنمنٹ نظام، گورنمنٹ ہند اور ہندوستانی ریاستوں کی پالٹکس اور ان کے اندرونی اور پُر اسرار حالات پر نہایت عمدگی اور قابلیت سے بحث کی گئی ہے اور انسانی ترقی کے بہترین آئین و اصول بتائے گئے ہیں۔ جو لوگ حیدرآباد اور علی گڑھ سے کچھ بھی تعلق رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو قومی خدمات میں مشغول ہیں ان سب کو خصوصیت کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے (یہ وہی کتاب ہے جس پر کانفرنس کو گورنمنٹ یوپی سے پانسو روپیہ انعام ملا ہے) ضخامت تقریباً ۹۰۰ صفحے قیمت ۵/

حیاتِ رضا صوبۂ بہار کے مشہور رئیس اور سرسید مرحوم کے خاص دوست و رفیق کار قاضی سید رضا حسین مرحوم کی نہایت دل چسپ سبق آموز سوانح عمری جو سرسید کی تحریکوں اور ملک و ملت کی خدمت میں پوری دل چسپی اور سرگرمی سے مصروف رہے۔ قیمت ۱۰/

فہرست کتب طلب کرنے پر بالکل مفت۔

ملنے کا پتہ: **بک ڈپو آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس**
سلطان جہاں منزل علی گڑھ

کانفرنس گزٹ علی گڑھ

لیعنی

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا تعلیمی و اصلاحی اخبار

جو زیر نگرانی

نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکرٹری کانفرنس

مہینہ میں چار بار شائع ہوتا ہے اور اس میں علی گڑھ کی تعلیمی تحریک، مسائل تعلیم و تربیت، موجودہ نظام تعلیم اور اصلاح تمدن و معاشرت پر بحث کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے اسلامی پریس نے نہایت عمدہ و حوصلہ افزا الفاظ میں اس پر ریویو کیا ہے اور اس کے اخلاقی و اصلاحی مضامین کی خاص طور پر مدح و ستائش کی ہے طلبہ، اساتذہ، والدین اور عام ناظرین غرض سب کے لیے اس کا مطالعہ مفید اور ضروری ہے۔ اخبار بہت عمدگی و نفاست سے اچھے کاغذ پر چھپتا ہے اور متعدد تعلیم یافتہ و لائق اصحاب اس میں بلند پایہ مضامین لکھتے ہیں اور جدید تالیفات پر خاص اہتمام سے ریویو کر کے ارباب تالیف کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

نمونہ ایک کارڈ لکھنے پر مفت ملتا ہے۔ جو اصحاب بہ ادائے قیمت پیشگی اخبار کے خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں دو کتابیں یعنی **التربیۃ والتعلیم** ضخامت ۱۵۰ صفحہ اور رسالہ **تمدن و معاشرت** ضخامت ۱۸۰ ہدیۃً پیش کی جائیں گی۔ **قیمت سالانہ** تین روپیہ (سے)

اڈیٹر: محمد اکرام اللہ خاں ندوی

ملنے کا پتہ: **صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل، علی گڑھ**